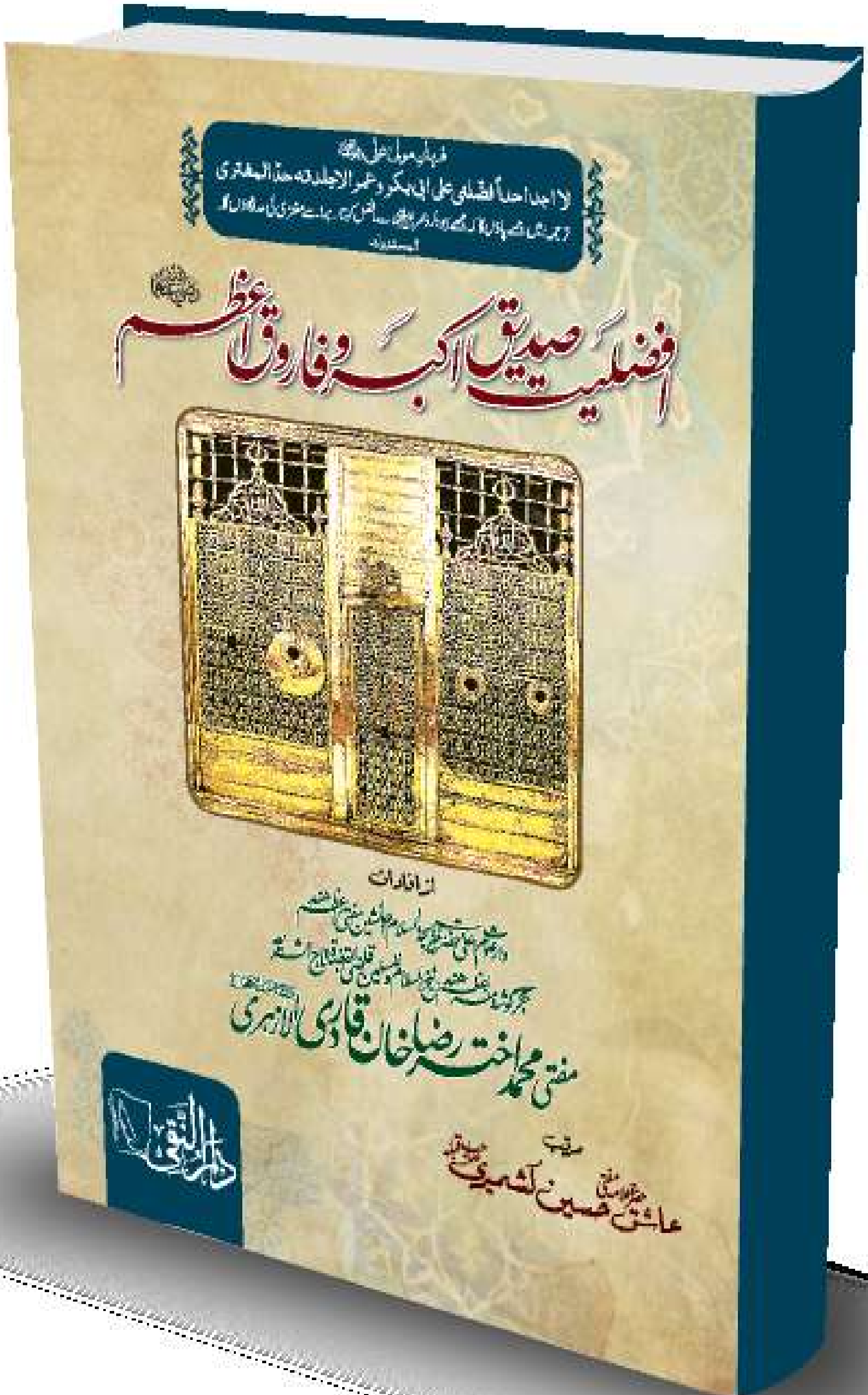

فرمانِ مولا علی رضی اللہ عنہ
لا اجد احداً فضلنی علی ابی بکر و عمر الا جلدتہ حد المفتری
افضلیت صدیق اکبر و فاروق اعظم
از افادات
مفتی محمد اختر رضا خان قادری الازہری
مرتب
عاشق حسین کشمیری

فرمانِ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ

لا اجد احداً فضّلنی علی ابی بکر و عمر الا جلدته حدّ المفتری

ترجمہ: میں جسے پاؤں گا کہ مجھے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہتا ہے اسے مفتری کی حد لگاؤں گا۔

المستدرك

افضلیت صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما

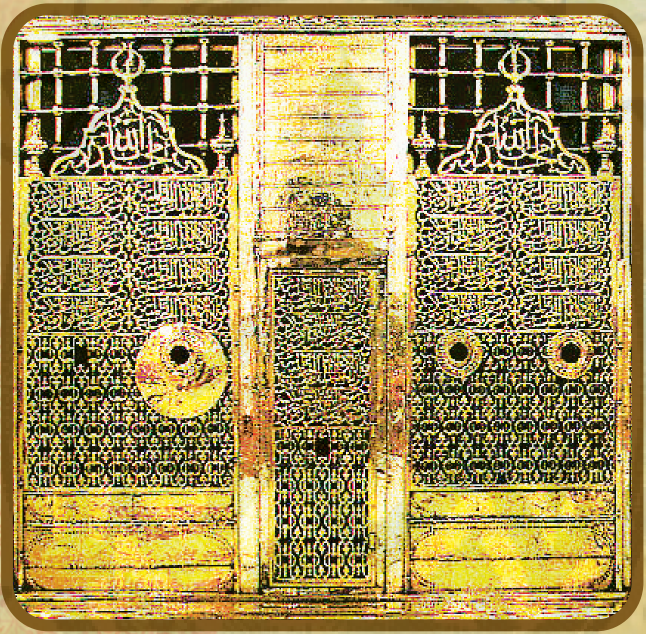

از افادات

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند

جگر گوشۂ مفسر اعظم ہند، شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

مفتی محمد اختر رضا خان قادری الازہری دام ظلہ علینا

مرتب

حضرت علامہ مفتی عاشق حسین کشمیری صاحب قبلہ

دار النقی

فرمانِ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ

لا اجد احداً فضّلنی علی ابی بکر و عمر الا جلدته حدّ المفتری

ترجمہ: میں جسے پاؤں گا کہ مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہتا ہے اسے مفتری کی حد لگاؤں گا۔

المستدرک

افضلیت صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما

از افادات

وارث علوم اعلیٰ حضرت، نبیرۂ حجۃ الاسلام، جانشین مفتی اعظم ھند

جگر گوشۂ مفسر اعظم ھند، شیخ الاسلام والمسلمین، قاضی القضاۃ، تاج الشریعہ

مفتی محمد اختر رضا خان قادری الازہری دام ظلہ علینا

مرتب

حضرت علامہ مفتی عاشق حسین کشمیری صاحب قبلہ

ناشر: دار النقی

WWW.MUFTIAKHTARRAZAKHAN.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

دار النقی

بیاد: رئیس المتکلمین حضرت العلام مفتی نقی علی خان قادری برکاتی بریلوی رضی اللہ عنہ

(والد ماجد امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ)

نام کتاب : افضلیت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما

مؤلف : حضور تاج الشریعہ حضرۃ العلام مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری دام ظلہ علینا

مرتب : حضرت علامہ عاشق حسین کشمیری صاحب قبلہ

صفحات : 48

ایڈیشن : اول : صفر المظفر ۱۴۳۷ھ بمطابق دسمبر 2015ء

مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

دوم : صفر المظفر ۱۴۳۸ھ بمطابق نومبر 2016ء

بموقع : چہلم مخدوم اہلسنّت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نظر ثانی : استاذ العلماء حضرت علامہ یونس شاکر اختر القادری مدظلہ

کمپوزنگ : مولانا فضل احمد اختر القادری

پروف : فیصل رضا اختر القادری

تعداد : ۲۰۰۰

ناشر : دار النقی

Email: bagheraza@yahoo.com Cell: 0092 334 3247192

یہ کتاب www.muftiakhtarrazakhan.com پر بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہے

مقدمہ

کچھ عرصہ پہلے انٹرنیٹ پر ایک سوال آیا، جو ”زبدۃ التحقیق“ نامی کتاب کی چند عبارتوں سے متعلق تھا، اس کتاب کو جب دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کے مصنف پاکستان کے کوئی سید عبد القادر جیلانی صاحب ہیں، جو (یو کے) میں رہتے ہیں۔ انہوں نے مختلف دلائل سے ”افضلیتِ علی علی الشیخین“ ثابت کرنے کی کوشش کی، جب ان دلائل کو دیکھا گیا تو سب ناکافی نظر آئے۔ کتاب چونکہ کئی سو صفحات پر مشتمل تھی اس لئے ہر ایک دلیل کا تجزیہ کرنے کے لئے کافی وقت درکار تھا، جو دیگر مصروفیات کی وجہ سے مشکل نظر آیا اس لئے حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ نے سوال نامے میں مذکور عبارات اور ان پر قائم کئے گئے سوالات کا علمی اور تحقیقی جواب دینے پر اور اصل مسئلہ یعنی افضلیتِ صدیق اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما کو مضبوط دلائل سے ثابت کرنے پر اکتفا فرمایا۔

مضمون کی ترتیب اس طور پر دی گئی کہ سب سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت اور ان کے فضائل کو بیان فرمایا گیا، پھر حضرات صدیق اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما کی افضلیت ثابت کی گئی، اور پھر سوال نامے میں مذکور عبارات اور ان پر قائم کئے گئے سوالات کا بالترتیب جواب دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے لوگوں کی ہدایت کا سبب بنائے، نیز حضور اور حضور کے شہزادۂ گرامی حضرت مولانا محمد عسجد رضا صاحب قادری کو صحت و تندرستی عطا فرمائے، ان کے علم میں عمر میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اور ہم اہلِ سنت پر آپ کا سایہ تا دیر سلامت رکھے۔

آمین بجاہ النبی الکریم و علی آلہ افضل الصلوٰۃ و اکرم التسلیم۔

عاشق حسین کشمیری غفرلہٗ

مرکزی دار الافتاء، بریلی شریف

۳؍صفر المظفر ۱۴۲۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحابہ کرام سے محبت:

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

”ہر شخص پر واجب ہے کہ اہلِ بیتِ نبوت رضی اللہ عنہم سے اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت رکھے، اہلِ بیت رضی اللہ عنہم سے عداوت کی وجہ سے خوارج میں سے نہ ہو جائے اس لئے کہ اس وقت اس کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت نفع نہ دے گی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو مبغوض رکھنے میں رافضیوں میں سے نہ ہو جائے اس لئے کہ اس وقت اس کو اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی محبت کام نہ دے گی۔“

کیوں نہ ہو حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت ان کی ذات کی وجہ سے نہیں، نہ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی محبت خود ان کے نفوس کی وجہ سے ہے بلکہ ان سب کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ان کے ربط کی وجہ سے ہے تو جس نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کی اس پر واجب ہے کہ ان سب سے محبت کرے اور جس نے ان میں سے کسی کو مبغوض رکھا اس پر ثابت ہو گیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت نہیں رکھتا تو ہم محبت میں ان میں سے کسی ایک کے ساتھ فرق نہیں کرتے جیسے کہ ایمان لانے میں اپنے رب کے رسولوں کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ صلوٰت اللہ تعالیٰ علیھم اور جو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے محبت کرے اور علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہ کرے جیسے نواصب اور خوارج، اس کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ تو ابن ابی قحافہ سے محبت کرتا ہے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلیفہ اور ان کے محبوب اور ان کے صحابی سے اور جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے محبت نہیں کرتا اس کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ تو ابن ابی طالب سے محبت کرتا ہے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بھائی اور ان کے ولی اور ان کے نائب سے اور یہی معنی مثنوی میں مولوی معنوی کے قول کا ہے۔ ع

اے گرفتارِ ابوبکر و علی ۔۔۔ تو چہ دانی سر حق کہ غافلی

(المعتمد المستند ص:۲۸۷)

صحابہ کرام کے فضائل:

علامہ ابن حجر مکی ''الصواعق المحرقة'' میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، محاملی، طبرانی اور حاکم نے حضرت عویمر بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ نے مجھے چنا اور میرے لئے اصحاب چنے تو اللہ نے ان میں سے میرے لئے کچھ کو میرا وزیر اور دوسروں کو مددگار اور کچھ میرے سسرالی قرابت دار کئے تو جو انہیں گالی دے اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اور اللہ قیامت کے دن ان سے فرض قبول کرے گا نہ نفل۔''

خطیب نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی، سرکار نے علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا:

''اللہ نے مجھے چنا اور میرے اصحاب کو چنا اور ان میں سے اللہ نے میرے لئے سسرالی رشتہ دار اور مددگار چنے، تو جس نے ان کے معاملے میں میری حرمت محفوظ رکھی، اللہ اس کی حفاظت فرمائے گا، اور جس نے ان کے معاملے میں مجھے ایذا دی، اللہ اس کو ایذا دے گا۔''

عقیلی نے ''ضعفاء'' میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

''اللہ نے مجھے برگزیدہ کیا اور میرے لئے اصحاب اور سسرالی رشتہ دار چنے، اور عنقریب کچھ لوگ ہوں گے جو ان کو گالی دیں گے اور ان کی شان گھٹائیں گے تو ان کے ساتھ مت بیٹھنا اور ان کے ساتھ نہ پینا نہ کھانا اور نہ ان سے شادی بیاہ کرنا۔''

بغوی، طبرانی اور ابو نعیم نے ''معرفة'' میں اور ابن عساکر نے حضرت عیاض انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

''میری حرمت کی حفاظت کرو، میرے اصحاب اور میرے انصار اور میرے اصہار (سسرالی رشتہ دار) صحابہ کے معاملے میں، تو جس نے ان کے معاملے میں میری حرمت محفوظ رکھی، اللہ دنیا و آخرت میں اس کی حفاظت فرمائے اور جس نے ان کے بارے میں میری بات نہ رکھی، اللہ اسے چھوڑے اور جسے اللہ چھوڑ دے عنقریب اس کو پکڑے گا۔''

طبرانی نے سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی:

''جو انبیاء (عَلَیْہِمُ السَّلَام) کو گالی دے قتل کیا جائے اور جو میرے صحابہ کو گالی دے اس کو کوڑے لگائے جائیں۔''

دیلمی نے سیدنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کیا، فرماتے ہیں:

''جب اللہ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کے دل میں میرے صحابہ کی محبت ڈال دیتا ہے۔''

ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مغفل رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی، سرکار عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا:

''میرے اصحاب کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنا لینا، تو جس نے ان سے محبت کی اس نے میری ہی محبت کے بدولت ان سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے بغض رکھا، اور جس نے انہیں ستایا تو اس نے بے شک مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ کو ایذا دی، اور جو اللہ کو ایذا دے قریب ہے کہ اللہ اس کو پکڑے۔''

خطیب نے حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی:

''جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو دشنام دیتے ہیں تو کہو، اللہ کی لعنت تمہارے شر پر۔''

ابن عدی نے حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے روایت کی:

''میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ پر جری ہیں۔''

ابن ماجہ نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی:

''میرے صحابہ کے معاملے میں میری حرمت کی حفاظت کرو پھر ان تابعین کے بارے میں جو ان سے متصل ہیں۔''

شیرازی نے ''القاب'' میں حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی:

''میرے صحابہ کے معاملے میں میرا پاسِ ادب رکھو، تو جو ان کے معاملے

میں میرا پاسِ ادب رکھے، میں اللہ کی طرف سے اس کا محافظ ہوں اور جوان کے معاملے میں میرے ناموس کی حفاظت نہ کرے، اللہ اس سے بری ہے اور جس سے اللہ بری ہوا عنقریب اس کو پکڑے گا۔"

خطیب نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور دار قطنی نے "افراد" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

"بے شک لوگ زیادہ ہوئے ہیں اور میرے اصحاب کم ہوئے ہیں، تو میرے صحابہ کو گالی نہ دو، اب جو انہیں گالی دے اس پر اللہ کی لعنت۔"

حاکم نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی، سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے صحابہ سے فرمایا:

"سن لو تمہارے بعد آنے والے لوگ (ثواب میں) تمہارے پیمانوں یعنی صاع اور مُد کو نہ پہنچیں گے۔"

ابن عساکر نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بطریق مُرسل روایت کیا، سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

"تمہیں میرے صحابہ سے کیا کام؟ میری خاطر میرے صحابہ کو چھوڑ دو (یعنی انہیں برا نہ کہو) تو مجھے اُس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم میں کوئی اُحد پہاڑ کے برابر راہِ خدا میں سونا خرچ کرے، ایک دن بھی کسی ایک صحابی کی نیکی کے برابر نہ پہنچے گا۔"

ائمہ احمد، بخاری، مسلم، ابو داؤد اور ترمذی نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے اور مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

"میرے صحابہ کو دشنام نہ دو، تو مجھے اس کی قسم ہے جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے نہ ان کے مُد کے برابر نہ ان کے آدھے مُد کے برابر پہنچے۔"

ائمہ احمد، ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

"میرے صحابہ کے بارے میں کوئی مجھے دکھ نہ پہنچائے اس لئے کہ

میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں تمہارے پاس اپنے کاشانہ سے اس حال میں باہر آؤں کہ میرا سینہ سلامت ہو۔" ١ (یعنی کوئی اذیت نہ ہو)

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

"میری خاطر میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو رہنے دو، مجھے اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم لوگ کوہِ اُحد کے برابر سونا خرچ کرو، ان کی نیکیوں کو نہ پہنچو گے۔"

دارقطنی نے روایت کیا:

"جس نے میرے صحابہ کے معاملے میں میری ناموس کی حفاظت کی حوضِ کوثر پر میرے پاس آئے گا اور جس نے میرے صحابہ کے معاملے میں میرا خیال نہ رکھا حوضِ کوثر پر نہ آئے گا نہ مجھے دیکھے گا۔"

طبرانی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

"خوش خبری ہے اس کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور اس کے لئے جس نے ان کو دیکھا جنہوں نے میرے دیکھنے والوں کو دیکھا، اور مجھ پر ایمان لایا، ان کے لئے خوشی ہے اور بہتر انجام۔"

عبد بن حمید نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے اور ابن عساکر نے حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

"خوشی ہو اس کو جس نے مجھے دیکھا، اور جس نے ان لوگوں دیکھا جنہوں نے میرے دیکھنے والوں کو دیکھا۔"

طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

"اللہ کی لعنت ہو ان پر جو میرے صحابہ کو دشنام دے۔"

ترمذی اور ضیاء نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

"میرے صحابہ میں سے کوئی شخص کسی زمین میں انتقال نہ کرے گا مگر اس

---

١ ان حدیثوں میں جو مذکور ہوئیں عام صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم کے بارے میں لب کشائی سے منع فرمایا گیا تو غیر صحابہ کے حق میں بدرجۂ اولیٰ ممانعت ہے کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ناحق زبان کھولنے سے باز رہیں۔ ازہری غفرلہٗ

حال میں کہ وہ قیامت کے دن اس جگہ کے باشندوں کے لئے رہنما اور نور ہوگا۔"

ابویعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

"میرے صحابہ کی کہاوت ایسی ہے جیسے کھانے میں نمک، کھانا بغیر نمک کے کسی قابل نہیں ہوتا۔"

احمد و مسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

"ستارے آسمان کی امان ہیں، تو جب ستارے نہ رہیں گے آسمان پر وہ بلا آئے گی جس کا وعدہ کیا گیا، اور میں اپنے صحابہ کے لئے امان ہوں تو جب میں تشریف لے جاؤں گا میرے صحابہ پر وہ آئے گا جس کا انہیں وعدہ دیا گیا۔"

ترمذی اور ضیاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

"آگ اس مسلمان کو نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا جس نے ایمان کے ساتھ میرے دیکھنے والوں کو دیکھا۔"

ترمذی اور حاکم نے روایت کیا:

"سب سے بہتر قرن (صدی) میری قرن ہے، پھر جو اس قرن سے ملے پھر جو ان سے ملے۔"

طبرانی اور حاکم نے جعدہ بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

"سب سے بہتر لوگ اس قرن کے لوگ ہیں جن میں میں تشریف فرما ہوں، پھر جو ان سے ملے، اور ان کے بعد والے کم رتبہ ہیں۔"

مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

"میری امت کے سب سے بہتر لوگ وہ قرن ہے جس میں میں مبعوث ہوا، پھر جو ان سے ملے، اس کے بعد جو ان سے ملے۔"

فائدہ حدیثیہ:

"اذا ذکر اصحابی فأمسکوا" جب میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر ہو تو اپنی زبانیں روک لو۔

اس حدیث سے جس طرح کتب عقائد میں مذکور کہ صحابۂ کرام کے درمیان جو اختلافات ہوئے ان کے حق میں ہم پر یہ لازم ہے کہ ان میں ہم دخل نہ دیں اور خوض بے جا سے باز رہیں۔ اسی طرح حدیث پاک ہم کو ہدایت کرتی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں باہم ایسی تفضیل سے بچیں جو کسی تنقیص کی طرف مؤدی ہو، یہیں سے تفضیل بے جا کی ممانعت نکلی اور بابِ تفضیل میں اتباعِ ہویٰ سے ممانعت ظاہر اور جب باہم صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اعتقادِ فضل میں یہ لازم کہ اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقرر کردہ حدود کی توقیف سے باہر نہ جائیں اور اتباعِ ہویٰ سے کام نہ لیں تو غیر صحابہ کی صحابہ رضی اللہ عنہم پر تفضیل کیوں کر صحابہ رضی اللہ عنہم کی تنقیص کی طرف مؤدی نہ ہوگی اور اس سے کیوں کر ممانعت نہ ہوگی ظاہر ہے کہ یہ بھی منع ہے اور مفادِ حدیث کہ عمومِ ممانعت ہے ان سب صورتوں کو شامل ہے کہ ''امسکوا'' (اپنی زبانیں روک لو) مطلق ہے یہاں سے ظاہر ہوا کہ یہ کہنا کہ ''الغرض جملہ صحابہ کرام امتی ہیں اور اہلِ بیت ہی اہلِ بیت ہیں'' اسی کے تحت مندرج ہے جس سے حدیث نے منع فرمایا، اس جملے کا مزید رد ہمارے مقالے کے آخر میں ملاحظہ ہو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرّہٗ کے ارشادات:

اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بعد افضل الخلق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ان کے بعد سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پھر سیدنا علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم چوتھے خلیفہ۔

شیخین کریمین وزیرین جلیلین (حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کے افضل الخلق بعد الرُسل ہونے پر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کرامت مہد سے جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع اور ان کے بعد تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم اور تمام اہلِ سنت کا اجماع چلا آرہا ہے ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت مولیٰ علی مشکل کشا کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بھی ہیں، اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ نے اپنی کتبِ مستطاب ''غایۃ التحقیق''، ''الزلال الانقی'' اور ''مطلع القمرین'' میں اس مطلب کو خوب روشن و مجلّیٰ فرمایا، یہاں کچھ اقتباسات اول الذکر کتابوں کے درج ہوتے ہیں، چنانچہ ''غایۃ التحقیق'' میں ہے:

① صحیح حدیث شریف میں سیدنا و ابن سیدنا امام محمد بن حنفیہ صاحب زادہ حضرت مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہما سے مروی:

"قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ابو بکر، قلت: ثم من؟ قال: عمر"

ترجمہ: میں نے اپنے والد ماجد کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ سے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد سب آدمیوں میں بہتر کون ہے؟ فرمایا: "ابو بکر" میں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: "عمر" رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

② امام بخاری اپنی "صحیح" اور ابن ماجہ "سنن" میں بطریق عبد اللہ بن سلمہ امیر المؤمنین کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ سے راوی، کہ فرماتے تھے:

"خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ابو بکر و خیر الناس بعد ابی بکر عمر"

ترجمہ: بہترین مردم بعد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ابو بکر ہیں اور بہترین مردم بعد ابو بکر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (ھذا حدیث ابنِ ماجہ)

③ امام ابن القاسم اسماعیل بن محمد بن الفضل البلخی "کتاب السنۃ" میں راوی:

"اخبرنا ابو بکر بن مردویہ ثنا سلیمان بن احمد ثنا الحسن بن المنصور الرّمانی ثنا داؤد بن معاذ ثنا ابو سلمہ العتکی عبد اللہ ابنِ عبد الرحمٰن عن سعید بن ابی عروبہ عن منصور ابنِ المعتمر عن ابراھیم عن علقمہ قال: بلغ علیّا انّ اقواما یفضّلونہ علی ابی بکر و عمر فصعد المنبر فحمد اللہ واثنیٰ علیہ ثم قال:

"یاایھا الناس انہ بلغنی انّ اقواما یفضّلونی علی ابی بکر و عمر ولو کنت تقدّمت فیہ لعاقبت فیہ فمن سمعتہ بعد ھذا الیوم یقول ھذا ھو مفتر، علیہ حدّ المفتری ثم قال انّ خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابو بکر، ثم عمر،

ثم اللہ اعلم بالخیر بعد"

قال: وفی المجلس الحسن بن علی، فقال:

"واللہ لو سمّی عثمان۔"

ترجمہ: حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امیر المؤمنین کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ انہیں حضرات صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما سے افضل بتاتے ہیں یہ سن کر منبر پر جلوہ فرما ہوئے، حمد وثنائے الٰہی بجالائے پھر فرمایا:

اے لوگو! مجھے خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہتے ہیں، اس بارے میں اگر میں نے پہلے سے حکم سنادیا ہوتا تو بے شک سزا دیتا آج سے جسے ایسا کہتے سنوں گا وہ مفتری ہے اس پر مفتری کی حد یعنی اسّی (۸۰) کوڑے لازم ہیں۔ پھر فرمایا: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد افضل امت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر خدا خوب جانتا ہے کہ ان کے بعد کون سب سے بہتر ہے۔"

علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجلس میں سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے، انہوں نے فرمایا:

خدا کی قسم اگر تیسرے کا نام لیتے تو عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیتے۔"

④ امام دار قطنی "سنن" میں اور ابوعمرو بن عبدالبر "استیعاب" میں حکم بن جل سے راوی حضرت مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں:

"لا اجد احداً فضلنی علی ابی بکر وعمر الا جلدته حدّ المفتری"

ترجمہ: میں جسے پاؤں گا کہ مجھے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہتا ہے اسے مفتری کی حد لگاؤں گا۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: "یہ حدیث صحیح ہے۔"

⑤ سنن دار قطنی میں حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے، کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی اور امیر المؤمنین کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ کے مقربِ بارگاہ تھے، جناب امیر انہیں "وہب الخیر" فرمایا کرتے تھے، مروی:

"انه کان یری ان علیا افضل الامة فسمع اقواما یخالفونه فحزن

حزنا شدیدا ،فقال له علی بعد ان اخذ یده وادخله بیته :ما احزنک یا ابا جحیفة ؟ فذکر له الخیر ، فقال : الا اخبرک بخیر هذه الامة ؟ خیرها ابوبکر ، ثم عمر ،قال ابو حجیفة : فاعطیت اللہ عهدا ان لا اکتم هذا الحدیث بعد ان شافهنی به علی ما بقیت“

یعنی ان کے خیال میں مولیٰ علی کرّم اللہ وجہہ تمام امت سے افضل تھے انہوں نے کچھ لوگوں کو اس کے خلاف کہتے سنا سخت رنج ہوا، حضرت مولیٰ علی ان کا ہاتھ پکڑ کر کاشانۂ ولایت میں لے گئے غم کی وجہ پوچھی ، گزارش کی ،فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتادوں کہ امت میں سب سے بہتر کون ہے ابوبکر ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہما ، حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اللہ عزوجل سے عہد کیا کہ جب تک جیوں گا اس حدیث کو نہ چھپاؤں گا، بعداس کے کہ خود حضرت مولیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ نے بالمشافہ مجھ سے ایسا فرمایا۔

⑥ امامِ احمد مسند میں ذی الیدین رضی اللہ عنہ ابوحازم سے راوی:

”قال جاء رجل الی علی بن الحسین رضی اللہ عنہما فقال :ما کان منزلة ابی بکر و عمر من النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال :منزلتهما الساعة وهما ضجیعاه“

یعنی ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی ،حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا مرتبہ کیا تھا؟ فرمایا: جو مرتبہ ان کا اب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں آرام کر رہے ہیں۔

⑦ دارقطنی حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے راوی کہ ارشاد فرماتے ہیں:

”اجمع بنو فاطمة رضی اللہ عنہم علی ان یقولو افی الشیخین احسن ما یکون من القول“

یعنی اولادِ امجاد حضرت بتول زہراء صلی اللہ تعالی علیٰ ابیها الکریم وعلیها وعلیهم وبارک وسلم کا اجماع واتفاق ہے کہ: ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں وہ بات کہیں جو سب سے بہتر ہو۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

”ظاہر ہے کہ سب سے بہتر بات اسی کے حق میں کہی جائے گی جو سب سے بہتر ہو۔“

⑧ امام ابن عساکر وغیرہ سالم بن ابی الجعد رضی اللہ عنہ سے راوی:

”قلت لمحمد بن الحنفیه: هل کان ابو بکر اول القوم اسلاماً؟ قال: لا قلت: فبم علا ابو بکر و سبق حتیٰ لا یذکر احد غیر ابی بکر؟ قال: لانه کان افضلهم اسلاما حین اسلم حتیٰ لحق بربه“

یعنی میں نے امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: ”ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے تھے؟“ فرمایا: ”نہ“ میں نے کہا: ”پھر کیا بات کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے بالا رہے اور پیشی لے گئے یہاں تک کہ لوگ ان کے سوا کسی کا ذکر ہی نہیں کرتے۔“ فرمایا: ”یہ اس لئے کہ وہ اسلام میں سب سے افضل تھے جب سے اسلام لائے یہاں تک کہ اپنے رب عزوجل سے ملے۔“

⑨ امام ابوالحسن دارقطنی، جندب اسدی رضی اللہ عنہ سے راوی کہ، امام محمد بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن مجتبیٰ بن علی مرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجوہہم کے پاس کچھ اہلِ کوفہ و جزیرہ نے حاضر ہو کر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا، امام ممدوح رضی اللہ عنہ نے میری طرف ملتفت ہو کر فرمایا:

”انظروا الیٰ اهل بلادک یسئالوننی عن ابی بکر و عمر، لهما افضل عندی من علی“

یعنی اپنے شہر والوں کو دیکھو مجھ سے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کرتے ہیں، وہ دونوں میرے نزدیک بلاشبہ مولیٰ علی سے افضل ہیں۔“ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

(۱۰) امام حافظ عمرو بن ابی شیبہ، حضرت امام اجل سید زید شہید بن امام علی سجاد زین العابدین بن امام حسین سید شہید صلوٰت اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ علیٰ جدّہم الکریم و علیہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے

کوفیوں سے فرمایا:

”انطلقت الخوارج فبرأت ممّن دون ابی بکر وعمر ولم یستطیعوا ان یقولو افیهما شیئا ،وانطلقتم فطفرتم فوق ذالک فبرأتم منهما ،فمن بقی؟فو اللہ ما بقی احداالا برئتم منه“

یعنی خارجیوں نے اٹھ کر ان سے تبریٰ کی جو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے کم تھے (یعنی عثمان و علی رضی اللہ عنہم) مگر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں کچھ کہنے کی گنجائش نہ پائی اور تم نے اے کوفیو او پر جست کی کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے تبریٰ کی تو اب کون رہ گیا، خدا کی قسم اب کوئی نہ رہا جس پر تم نے تبریٰ نہ کیا ہو۔ و العیاذ باللہ رب العالمین

(غایۃ التحقیق / از: اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ/ص: ۶ تا ۱۰)

”الزلال الانقیٰ“میں ہے:

انہی حضرات میں سے جنہوں نے تفضیل شیخین پر اجماع کی خبر دی حضرت میمون ابن مہران ہیں جو فقہائے تابعین میں شمار ہوتے ہیں، ان سے حضرت ابو بکر صدیق اور فاروقِ اعظم کے بارے میں پوچھا گیا کہ یہ افضل ہیں یا حضرت علی (رضی اللہ عنہم) یہ جملہ سن کر ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور ان کی رگیں پھڑکنے لگیں، یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ سے عصا بھی گر گیا اور فرمایا:

”میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں اس زمانے تک زندہ رہوں گا جس میں لوگ ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما پر کسی کو فضیلت دیں گے۔ اوکما قال، ابو نعیم نے اسے حضرت فرات بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔“

انہی حضرات میں عالم مدینہ امام مالک ابن انس رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں افضل کون ہے؟“ فرمایا:

”ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما“ پھر فرمایا: ”کیا اس میں شک ہے؟“

انہی حضرات میں امامِ اعظم اقدم و اعلم و اکرم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں، آپ سے اہلِ سنت و جماعت کی علامت و نشانی کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''شیخین ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو فضیلت دینا، ختنین عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے محبت رکھنا اور موزوں پر مسح کرنا۔''

انہی میں عالم قریش روئے زمین کو علم سے بھر دینے والے سیدنا امام محمد بن ادریس شافعی مطّلبی ہیں رضی اللہ عنہ، آپ نے تفضیل شیخین پر صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کا اجماع نقل فرمایا اور کسی اختلاف کی حکایت نہ کی۔

انہی میں امام اہلِ سنت و جماعت، صاحب حکمت یمانیہ سیدنا امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ بھی ہیں، جیسا کہ ثقہ علمائے کرام نے ان سے اجماع نقل فرمایا۔

انہی میں امام ہمام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں جنھوں نے ''احیاء العلوم'' کے باب ''قواعد العقائد'' میں بزرگوں کے عقائد بیان کئے ان میں مسئلہ تفضیل ذکر فرمایا کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انسانوں میں سب سے افضل حضرت ابو بکر ہیں پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین'' ذکرِ عقائد کے بعد آخر میں فرمایا: ''یہ سب وہ عقائد ہیں جن سے متعلق احادیث وارد ہیں اور جن پر آثار شاہد ہیں، تو جو شخص یقین کے ساتھ ان سب کا اعتقاد رکھے وہ اہلِ حق اور جماعتِ سنت سے ہو گا اور گمراہی کی جماعت اور بد مذہبی و بدعت کے گروہ سے جدا ہو گا۔''

اور انہی میں جبل الحفظ علامۃ الوری سیدنا ابن حجر عسقلانی، امام علام احمد بن محمد عسقلانی، مولانا الفاضل عبد الباقی زرقانی، ناظم قصیدہ بدء الامالی فاضل جلیل مولانا علی قاری وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (ترجمہ الزلال الانقی / ص: ۳۷۶، ۳۷۷)

افضلیت کے بارے میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''الافضلیۃ عندنا بترتیب الخلافۃ مع تردد فیما بین عثمان و علی رضی اللہ عنہما، و عند الشیعۃ و جمھور المعتزلۃ: الافضل علی، لنا اجمالا ان اتفاق اکثر العلماء علی ذالک یقضی بوجود دلیل لھم۔ و تفصیلا قولہ تعالیٰ:

"وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى" (اللیل:۱۸،۱۷)

نزلت فی ابی بکر، و الاتقیٰ اکرم و افضل۔ و قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام:

"اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر"

فقد امر علی بالاقتداء بہما۔ و قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام:

"ہما سیدا کہول اہل الجنۃ ما خلا النبیین و المرسلین" و قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام: "خیر امّتی ابو بکر ثم عمر۔ الخ" (۵۱۸/۳)

ترجمہ: ہم اہلِ سنت کے نزدیک خلفاء کی افضلیت خلافت کی ترتیب کے موافق ہے ساتھ ہی حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہم کے درمیان افضلیت دائرہ میں تردد ہے۔ ❶

اور شیعہ اور جمہور معتزلہ کے نزدیک علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ ہی افضل ہیں، ہماری دلیل اجمالی یہ ہے کہ اکثر علماء کا اس پر اتفاق قاضی ہے کہ ان کے نزدیک اس کی دلیل موجود ہے، اور تفصیلی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان:

یعنی اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو۔

یہ آیتِ کریمہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری، اور "اتقی" سب سے بڑا پرہیز گار، سب سے زیادہ بزرگی اور فضیلت والا ہے، اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان:

"ان دو کی پیروی کرو جو میرے بعد قائد ہوں گے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما"

لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہما (فرمانِ نبوی سے) اس بات پر مامور ہوئے کہ ان دونوں حضرات

---

❶ یعنی کسی ایک کی دوسرے پر افضلیت متیقن نہیں ہے، لیکن بکثرت عباراتِ سابقہ نیز عباراتِ آئندہ سے اس کا خلاف ظاہر ہے اور وہ یہ کہ عثمانِ غنی و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی فضیلت بھی شیخین کی طرح ترتیبِ خلافت پر ہے اور اکثر اہلِ سنت کے نزدیک شیخین کے بعد تیسرے خلیفہ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں پھر چوتھے خلیفہ علی مرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ سب سے افضل ہیں۔ نیز اسی مقالے میں خود قرطبی سے عنقریب وہ عبارت آتی ہے جو قرطبی کی اس عبارت کی صریح مخالف ہے اور تصریح جمہور کے موافق ہے۔ ازہری غفرلہٗ

رضی اللہ عنہما کی پیروی کریں، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

"یہ دونوں ادھیڑ عمر کے جنتی لوگوں کے سردار ہیں نبیوں اور رسولوں کو چھوڑ کر"

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "میری امت میں سب سے بہتر ابو بکر ہیں پھر عمر ہیں رضی اللہ عنہما۔"

افضلیت کے بارے میں امام باجوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

امام باجوری رحمۃ اللہ علیہ جوہرہ کے شعر

وخیر ھم من ولی الخلافۃ　　　　وامرھم ی الفضل کالخلافۃ

یعنی سارے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بہتر وہ لوگ ہیں جو منصب خلافت پر فائز ہوئے اور فضیلت میں ان خلفاء کا حال ترتیب خلافت کے موافق ہے۔

کے تحت فرماتے ہیں:

قولہ : وامرھم فی الفضل کالخلافۃ :ای وشان الخلفاء الاربعۃ فی ترتیبھم فی الفضل، بمعنی کثرۃ الثواب، علی حسب ترتیبھم فی الخلافۃ عند اھل السنۃ، فافضلھم ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ عنہم، ویدل لذلک حدیث ابن عمر: کنا نقول ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یسمع:

"خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی فلم یمعنا"

وقد قال السعد:

"علی ھذا وجدنا السلف و الخلف والظاھر انہ لو لم یکن لھم دلیل علی ذلک لما حکموا بہ" (تحفۃ المرید /ص:۲۴۱)

یعنی خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کی شانِ فضل بمعنی کثرتِ ثواب کی ترتیب میں اہلِ سنت کے نزدیک ان کی ترتیب خلافت کے موافق ہے، تو سب سے افضل ابو بکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں، اور اس بات پر ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث دلیل ہے وہ فرماتے ہیں: ہم کہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتے تھے:

''اس امت میں سب سے بہتر نبی کریم ﷺ کے بعد ابو بکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم، تو ہم کو حضور ﷺ نے منع نہ فرمایا''

اور سعد الملۃ و الدین نے فرمایا:

''اسی عقیدے پر ہم نے سلف و خلف کو پایا اور یہ روشن ہے کہ اگر ان حضرات کے پاس اس عقیدے پر دلیل نہ ہوتی تو اس کا حکم نہ فرماتے۔''

زبدۃ التحقیق کی چند عبارات اور ان کا رد:

پہلی عبارت:

اخرج ابن عدی و ابن عساکر عن ابی سعید مرفوعا:

''علی خیر البریۃ'' (ج:۶/ص:۵۸۹)

ترجمہ: ابن عدی و ابن عِساکر نے ابوسعید سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

''علی بہترین مخلوق ہے۔''

اس جگہ جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب مخلوق سے افضل کہا گیا، اس سے مراد ساری امت، سارے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں (انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بداہتِ عقلی سے مستثنیٰ ہیں) یہاں سرکار دوعالم ﷺ کا جنابِ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب مخلوق سے اچھا فرمانا ایک حجتِ قویہ شرعیہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر عمل فرمانا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس میں سرکار ﷺ کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ امت کا مجموعی عقیدہ ہے، یہاں کوئی تاویل ممکن نہیں ہوگی۔ (ص:۲۵۷)

سوالات:

① مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے عقیدے کو امت کا مجموعی عقیدہ قرار دینا کیسا ہے؟

② جمیع امت کے مقابلے پر نبیٔ کریم ﷺ کا ذکر کرنا اور یہ کہنا کہ:

''اس میں سرکار ﷺ کی خصوصیت نہیں ہے''

نبیٔ کریم ﷺ کی توہین ہے یا نہیں؟

دوسری عبارت:

ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ اپنی کتاب تاریخ مدینہ دمشق ج ۴۲ ص ۳۰۷ پر تحریر فرماتے ہیں:

''قال رسول اللہ ﷺ: مرحبا بسید المسلمین و امام المتقین''

ترجمہ: ''تمہارا آنا مبارک! اے سارے مسلمانوں کے سردار اور سارے متقیوں کے امام''

یہ حدیث مرفوع ہے سرکارِ دو عالم ﷺ کا جنابِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تمام مسلمانوں کا سردار فرمانا جملہ امتِ محمدیہ میں افضلیت کی کافی دلیل نہیں ہے کیا؟ سب اتقیاء کا سردار فرمانا، سب سے اکرم ہونے کی دلیل نہیں ہے کیا؟

یہاں سب اتقیاء سے ''اتقیٰ'' ہونا کسی حدیث یا آیت سے استنباط نہیں کیا گیا بلکہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مخاطب فرما کر صراحت فرمائی کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سب اتقیاء کا سردار ہو کر اکرم الامت ہیں۔ (ص ۲۶۳،۲۶۴)

سوال: کیا اس عبارت سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ مصنف کے نزدیک اگر یہ بات کسی آیت سے مستنبط ہوتی تو اس کی کوئی اہمیت نہ ہوتی، اس کی اہمیت اس لئے ہے کہ سرکار ﷺ نے خود مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مخاطب فرما کر یہ ارشاد فرمایا: کیا یہ انداز توہین قرآن کے زمرے میں نہیں آتا؟

تیسری عبارت:

استاذ ابو زہرہ پروفیسر جامعہ ازہر، مصر کے بیان سے یہ بات سامنے آ گئی کہ افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ شیعہ کا منفرد عقیدہ نہ تھا بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھاری تعداد (جو بنی عباس اور جملہ ہاشمیوں سے بنتی ہے جو مدینہ شریف کی غالب اکثریت بنتی ہے) افضلیتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتی تھی جنہیں سنیت سے خارج نہ کیا گیا نہ ہی بد عقیدگی ان کی طرف منسوب کی گئی، اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مسئلہ تفضیل نا قابل نزاع تھا۔ (ص:۲۱۹)

سوال: بنی عباس و بنی ہاشم سمیت صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھاری تعداد کا افضلیتِ مرتضوی کے عقیدے

پرکاربند ہونیکا دعویٰ کیسا ہے؟ ایسا دعویٰ کرنے والا سنی ہے یا شیعہ؟

چوتھی عبارت:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نکتہ نگاہ:

اعلیٰ حضرت فاضل رحمۃ اللہ علیہ نے افضلیت کے باب میں مختلف اقوال فرمائے مگر اقوال از قسم استنباط و استدلال ہیں مگر یہ حوالہ آپ کا بزبانِ نبوت ہے۔ فتاویٰ رضویہ ج: ۲۳/ص: ۲۳۲/ حدیث نمبر: ۸۹ آپ نقل فرماتے ہیں:

"اول من اشفع له يوم القيامة من امتى اهل بيتى ثم الاقرب فالاقرب من قريش ثم الانصار ثم من آمن بى و اتبعنى من اليمن ثم من سائر العرب ثم الاعاجم و من اشفع له اولا افضل رواه الطبرانى فى الكبير و الدار قطنى فى الافراد و المخلص فى الفوائد عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما"

ترجمہ: روزِ قیامت میں سب سے پہلے اہلِ بیت کی شفاعت فرماؤں گا پھر درجہ بدرجہ زیادہ نزدیک ہیں قریش تک، پھر انصار، پھر وہ اہلِ یمن جو کہ مجھ پر ایمان لائے اور میری پیروی کی، پھر باقی عرب، پھر اہلِ عجم، اور میں جس کی شفاعت پہلے کروں وہ افضل ہے اس کو روایت کیا ہے طبرانی نے کبیر میں اور دارِ قطنی نے افراد میں اور مخلص نے فوائد میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔

تبصرہ: "میں پوری امت میں سب سے پہلے اپنی اہلِ بیت کی شفاعت کروں گا" یہ صغریٰ ہوا" اور جس کی میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا وہ سب سے افضل ہے" یہ کبریٰ ہوا، "میری اہلِ بیت پوری امت سے افضل ہے" (یہ نتیجہ منطقیہ ہے)، اب جملہ صحابہ کرام، خلفائے راشدین بمعہ عشرہ مبشرہ، حاضرین بدر، حاضرینِ احد، اہلِ بیعتِ رضوان، الغرض جملہ اقسام صحابہ کرام امتی ہیں اور صرف اہلِ بیت ہی اہلِ بیت ہیں، اور اہلِ بیت جملہ اقسامِ امت سے افضل ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

اور ایک معنیٰ میں جنابِ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اہلِ بیت میں افضلیت حاصل ہے کیوں کہ جملہ ہاشمی مع اہلِ بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھتے تھے۔ (ص: ۳۰۰، ۳۰۱)

(زبدۃ التحقیق کے مصنف نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ہمنوا ثابت کرنے کے لئے یہ حدیث فتاوىٰ رضویہ کے حوالے کے ساتھ زبدۃ التحقیق کے بیک ٹائٹل پر بھی شائع کی ہے۔)

سوالات:

① سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی بیان کردہ اس حدیث کا اصل مفہوم کیا ہے؟

② زبدۃ التحقیق کے مصنف کے تبصرہ سے یوں لگتا ہے کہ وہ اہلِ بیت کو امتی نہیں مانتے بلکہ ان کو کوئی الگ مقام دیتے ہیں، ان کا یہ طرزِ عمل کیسا ہے؟

پہلی عبارت اور اس کا رد:

قولہ اخرج ابن عدی و ابن عساکر عن ابی سعید مرفوعا:

"علی خیر البریّہ" (درمنثور:۶/۵۸۹)

ترجمہ: عدی و ابن عساکر نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے:

"علی رضی اللہ عنہ بہترین مخلوق ہے۔"

اقول:

اولاً: یہ حدیث ان احادیث مرفوعہ کے معارض ہے جو سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہیں جن سے افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آشکار ہے ان میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابہ رضی اللہ عنہم کی زبانی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو "اتقیٰ" و "اعدل" وغیرہ سننا اور ان کو مقرر رکھنا بھی شامل ہے کہ وہ سب حدیثِ مرفوع کے حکم میں ہے۔

ثانیاً: یہ خود آیہ کریمہ:

"وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝" (الیل:۱۸)

اور اجماع کے معارض ہے جس کی رو سے "اتقیٰ" کا مصداق ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

ثالثاً: یہ جو کہا کہ:

"انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بداہتِ عقلی سے مستثنیٰ ہیں"

مستثنیٰ ہونا مسلّم، بداہتِ عقلی کا دعویٰ عجب ہے کہ مسئلہ سمعیات سے ہے نہ کہ عقلیات سے۔

رابعاً: ''خیر البریۃ'' کے عموم کا مخصوص ہونا تو آپ نے بھی مان لیا تو حدیث کا مفہوم ظنّی ٹھہرا، اور حدیث خبر آحاد ہے تو ظنّی الثبوت ہونے کے ساتھ ظنّی الدلالۃ بھی ہوئی، پھر ایسی حدیث آیت کہ قطعی الثبوت، قطعی الدلالۃ ہے کے معارض کیوں کر ہوسکتی ہے؟

خامساً: پہلے احادیث کثیرہ و اجماعِ امت سے معارضے کا جواب دے دیجئے، پھر اس سے استناد کیجئے اور اگر تنہا یہ حدیث احادیثِ کثیرہ اور اجماعِ امت کے معارض ہے تو سبیل تخصیص وتاویل ہے یا اس ایک حدیث کو لے کر آیات و احادیث و اجماعِ امت سب کو رد کرنا ہے؟

سادساً: ''خیر البریہ'' کا مفہوم تو قرآنِ کریم میں بھی وارد ہوا، قال تعالیٰ:

''اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ'' (البینۃ:۷)

یعنی: بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔ (کنزالایمان)

آیتِ کریمہ کا صریح مفاد یہ ہے کہ ''خیر البریہ'' کا مصداق قیامت تک تمام نیکو کار مسلمان ہیں۔ظاہر ہے کہ آیتِ کریمہ قطعی الثبوت، قطعی الدلالۃ ہے اور اس کا مفہوم عام ہے جس کا مصداق ہر نیکو کار مومن ہے، آپ کی پیش کردہ حدیث جو ظنّی الثبوت ہے اس آیتِ کریمہ کے معارض ہے، اور ظنّی قطعی کا معارض کیسے ہوسکتا ہے؟ لہٰذا اگر توفیق ممکن نہ ہو تو ترجیح قطعی کو ہوگی یا ظنّی کو؟ ضرور قطعی راجح ٹھہرے گا۔

سابعاً: حدیث بر تقدیرِ ثبوتِ متن ضرور واجب التاویل ہے کہ اس کو اس کے ظاہری معنیٰ پر لینا متعذر ہے کہ وہ آیت کے معارض ہے، آیت کا صریح مفہوم یہ ہے کہ: ''جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔'' البتہ آیت کا مصداق اولین براہِ راست صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔لہٰذا خیر البریہ ایک مفہومِ عام ہے جو بالاولیت صحابہ رضی اللہ عنہم پر صادق اور بالاولیت درجہ بدرجہ سب سے اعلیٰ پر پھر اس کے بعد جو سب سے اعلیٰ ہے اس پر وعلیٰ ہٰذا القیاس جو اپنے مابعد سے فضل میں برتر ہے اس پر صادق آتا ہے۔

آیت کے اس مفہوم کا تقاضا یہ ہے کہ ''علی خیر البریہ'' کا معنیٰ یہ لیا جائے کہ: ''علی بعض خیر البریہ''، یعنی آیتِ کریمہ میں جس گروہ کو خیر البریہ کہا گیا از اں جملہ حضرت علی مشکل کشا بھی

ہیں، اب اس صورت میں حدیث کا مفہوم آیت کے معارض نہیں رہتا بلکہ اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے مابعد دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل ہیں یہ نہیں کہ وہ انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے بعد بشمول خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم سارے صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں کہ یہ مذکورہ آیات واحادیث واجماعِ امت بلکہ خود ان ارشاداتِ مرتضوی کے معارض ہے جو مذکورہ ہوئے۔

لہٰذا یہ جو آپ نے کہا: "علی خیر البریہ" (علی رضی اللہ عنہ بہترین مخلوق ہے) اس جگہ جنابِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب مخلوق سے افضل کہا گیا، اس سے مراد ساری امت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

اس پر آپ سے سوال ہے کہ کیا یہ قرآن میں مذکور "اتقیٰ" کے اجماعی معنیٰ کا انکار نہیں جس کی رو سے "اتقیٰ" کے مصداق صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جس کی مؤید احادیثِ کثیرہ مرفوعہ ہیں جن کی تفصیل گزری، نیز ارشاداتِ مرتضوی جس کے مصدق ہیں جو گزرے۔

ثامناً: مسئلۂ افضلیت معتقدات سے ہے جس کے لئے بعد ثبوت نص یقینِ قاطع نافی، احتمال درکار اور آپ کی پیش کردہ روایت جو آیت کے معارض احادیثِ کثیرہ مرفوعہ کے متصادم اجماعِ امت کے منافی، جس کے ارشادات مرتضویہ خود نافی۔

اب اگر اس روایت کی سند صحیح متصل بھی ہو پھر بھی اتنے معارضات کے باوجود اس کا متن درجۂ صحت کو کیوں کر پہنچے، اور کیوں کر ثابت ہو اور پہلی منزل تو ثبوت ہے، پھر اگر کسی طرح ثبوت مان بھی لیا جائے تو قطعیت بروجہ مطلوب جو معتقدات میں درکار ہے وہ کہاں، پھر اس سے استدلال کیوں کر روا؟ اسی موقع پر علماء کہتے ہیں:

"اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال"

تاسعاً: جب اس روایت کا ثبوت محل منع میں ہے تو آپ کا یہ کہنا کہ:

"یہاں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنابِ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب مخلوق سے اچھا فرمانا ایک حجتِ قویہ شرعیہ ہے۔"

نامسلّم ہے، پہلی منزل دفعِ معارضہ اور روایت کا من حیث الروایۃ والدرایۃ ثابت ہونا ہے جس سے عہدہ برآ ہونا آپ کی ذمہ داری ہے، بالفرض یہ مرحلہ بھی طے ہو جائے تو معتقدات میں خبر

آحاد کیوں کر مقبول ہو؟''بالفرض'' میں نے یوں کہا کہ مسئلہ اعتقادیات کا ہے یہاں روایت کے من حیث السند صحیح ہونے کی منزل مجتہد کے نزدیک صحت حدیث کی ہے جو یہاں متصور نہیں کہ مسئلہ اجتہادی نہیں اعتقادی ہے لہٰذا بالفرض غلط اگر روایت ہر دو طور پر صحیح و ثابت بھی ہو پھر بھی خبر واحد سے اوپر ترقی نہ کرے گی اور باب اعتقاد میں قبول نہ ہوگی اور جب معاملہ یہ ہے تو اس سے استدلال آپ کو کیا مفید؟ آپ لکھتے ہیں:

''اس میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت نہیں ہے۔۔۔الخ''

اقول: مذکورہ جملے سے توہین سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام ظاہری طور پر مفہوم نہیں ہوتی البتہ یہ جملہ سخت ابہام وایہام رکھتا ہے، اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ پر تفضیلِ علی ساری امت کا مجموعی عقیدہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی یہی عقیدہ ہے جس پر جملہ: ''اس میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت نہیں ہے'' قرینہ ہے اور یہ تکذیبِ اجماع ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف ایک غلط بات منسوب کرنا ہے جس کو خود علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مقرر نہ رکھا اور اس کے قائل کو مفتری فرمایا اور حدِّ مفتری کا سزاوار قرار دیا بلکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وہ بات منسوب کرنا ہے جس کی رو سے خود ان کے ارشادات بابت خلفائے ثلاثہ جھوٹے ٹھہریں تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افتراء اور تعمّد کذب کے قبیل سے ہے جس پر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ وعید ارشاد فرمائی:

''مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ''

اور اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ معتقدات میں کچھ ایسے معتقدات بھی ہیں جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت ہے امت کے لئے سبیل جواز ہے کہ ان اعتقادات کو نہ مانے، اس کا ثبوت بذمۂ مدعی ہے اور اس کا حاصل بھی گھما پھرا کر بعض ارشادات نبوی کو رد کرنا ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کا خفیف پہلو مضمر ہے، کیا کوئی ناصبی خارجی نہیں کہہ سکتا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو اس کا عقیدہ ہے وہ امت کا مجموعی عقیدہ ہے اور جو اس کے مقابل ہے وہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاص عقیدہ ہے؟

عاشراً: آپ فرماتے ہیں:

"صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر عمل فرمانا۔۔۔الخ"

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بے شک حضرت علی مرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ کو "خیر البریہ" و "افضل الخلق" اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بعد بہترین اولین و آخرین مانا، مگر اس طور پر جس کا ذکر گزرا، جس کی رو سے فضیلت بر ترتیبِ خلافت ہے تو خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بعد تمام خلق پر مرتبۂ مرتضوی بالا ہے۔

حادی عشر: آپ فرماتے ہیں:

"یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ امت کا مجموعی عقیدہ ہے۔"

اچھا ہوتا آپ اس جملے کی شرح کر دیتے، خیر اب بتائیے کہ آپ کے اس فرمانے کا کہ: "اس میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت نہیں ہے" کیا حاصل ہے؟ کیا معتقدات میں کوئی ایسا عقیدہ بھی ہے جو خاص سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیدہ ہو اور امت کا نہ ہو؟

ثانی عشر: "امت کا مجموعی عقیدہ ہے"

جی! اسی ترتیب پر گزری، اسی پر اجماعِ امت ہے، اس کا خلاف خرق اجماع ہے، اس کے بر خلاف آپ کا دعویٰ ردِّ اجماع ہے یا کچھ اور؟ آیت کا مفاد جو مذکور ہوا اور احادیثِ مرفوعۂ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ارشاداتِ مرتضوی کا کیا جواب؟

ثالث عشر: آپ فرماتے ہیں:

"یہاں کوئی تاویل ممکن نہیں ہوگی۔"

اس پر سوال ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ آیتِ مذکورہ صاف پکار رہی ہے کہ "خیر البریہ" ایک مفہوم عام ہے جو ہر مومن نیکوکار پر محمول ہے، اور ہر مومن نیکوکار اس مفہوم کلی کا فرد ہے، لہٰذا یوں کہنا صحیح ہے: ابو بکر خیر البریہ، عمر خیر البریہ، عثمان خیر البریہ، علی خیر البریہ، بقیۃ العشرۃ المبشرۃ خیر البریہ، سائر الصحابہ خیر البریہ رضی اللہ عنہم۔

تو آیت اور حدیث میں مقتضائے تطبیق کے بموجب حدیث کا مفاد صرف اس قدر ہے کہ علی

''خیر البریہ''، مفہومِ عام کے ایک فرد ہیں۔ اس طور پر حدیث آیتِ کریمہ کے موافق ہوئی اور وہمِ معارضہ زائل ہوا۔

اب جب کہ حدیث کا اس توجیہ و تطبیق پر یہ مفاد ٹھہرا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک فرد اس مفہومِ عام کے ہیں تو اس سے اولیت اور افضلیتِ مطلقہ کہاں سے نکلی؟ وہ شخص کہتا ہے کہ ''خیر البریہ'' ایک مفہومِ کلی مشکک ہے جو اولیٰ و ادنیٰ سب پر صادق آتا ہے، حدیث اس توجیہ پر اس مفہومِ کلی کا ایک فرد بانفرادہ بیان کر رہی ہے، رہی یہ بات کہ وہ فرد اس مفہوم کا مصداق اول و اولیٰ ہے یا بعض کی بہ نسبت اولیٰ ہے حدیث میں اس کا بیان نہیں، یہ بات دوسری دلیل سے ثابت ہوگی، اور اس دلیل کو دیکھا جائیگا۔

اس شخص کی یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ صحیح ہے تو حدیث ''علی خیر البریہ'' مفہوم آیت کا مفاد ہے اور اس کے ایک فرد کا بیان ہے جس طرح ابو بکر و عمر و عثمان و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے مصداق اور بالاولیت اس کے افراد ہیں، اسی صورت میں جب کہ بوجہ تطبیق و توفیق حدیث کا مفاد وہ ٹھہرا تو اس مفاد کو تاویل سے کیا علاقہ؟ کہ تاویل تو ظاہری معنیٰ سے پھیرنا ہے۔

رابع عشر: آپ کے طور پر یہ تاویل ہی سہی تو کیا یہ تاویل سائغ نہیں؟ ہے اور ضرور ہے، اسی کو آپ نے کہا تھا کہ:

''اس میں کوئی تاویل ممکن نہیں ہوگی۔''

دوسری عبارت اور اس کا رد:

خامس عشر: آپ حدیث:

''مَرْحَبًا بِسَيِّدِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ''

کو درج کر کے فرماتے ہیں:

''یہ حدیث مرفوع ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنابِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تمام مسلمانوں کا سردار فرمانا جملہ امتِ محمدیہ میں افضلیت کی کافی دلیل نہیں ہے کیا؟''

اس پر معروض ہے کہ آپ کے اس سوال کا جواب ہمارے سوالات جو ''سادساً'' اور ''سابعاً'' میں گزرے ان سے روشن ہے، مختصر یہ کہ پہلی منزل ثبوتِ نص کی ہے، اثباتِ حدیث محدثین کے طرز

پر آپ کی ذمہ داری ہے لہٰذا معتمدین ائمۂ حدیث سے اس کا بروجہ کافی صحیح و متصل ہونا ثابت کیجئے، پھر من حیث الدرایہ اس کی صحت اور اس کے حجت ہونے پر دلیل قائم کیجئے، بر تقدیرِ ثبوت یہ خبر آحاد ہے، ادھر فضیلتِ صدیق اکبر پر آیت کا مفاد اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں احادیثِ مرفوعہ متواترہ اور اجماعِ اِمت اس کے مقابل متوافر اور ان میں سے ہر ایک نا قابل رد۔

سادس عشر: یہاں بھی تطبیق و توفیق ممکن جس کی رو سے ان سب پر اور اس پر بھی عمل متیسر، تو کیا وجہ ہے کہ ایک دو آحاد کو لیجئے اور متواتر کو چھوڑ دیئے، یہ اتباعِ نبی ہے یا اتباعِ ھویٰ؟

یہ تو تنزّلاً بر تقدیر ثبوت حدیث معروض تھا اگر کوئی یہ کہے کہ حدیث پر آثار وضع ظاہر ہیں جس سے اس کا موضوع ہونا ظاہر ہے اور اس مقام پر امارت وضع آیات و احادیث و اجماعِ امت کا معارض ہونا ہے اتنی بات متن حدیث کے غیر ثابت ہونے کے لئے کافی ہے لہٰذا سندِ حدیث اگر چہ صحیح و متصل ہو متن باوصف معارضہ درجۂ ثبوت کو نہ پہنچے گا، پھر تاویل و تطبیق اس کے لئے کی جاتی ہے جو ثابت ہو اور جو روایۃً و درایۃً غیر ثابت ہو وہ مستحق تاویل نہیں بلکہ رد کیا جائے گا اسی لئے ناقدانِ حدیث میں سے ایک امام جلیل ناقد و بصیر امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’صواعقِ محرقہ‘‘ میں تصریح کی کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

وھذا نصہ الشبھة الثالثه عشرة : زعمو ایضا ان من النصوص التفصیلیة الدالة علی خلافة علی قو له صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لعلی:

’’انت اخی و وصیّی و خلیفتی و قاضی دینی ۔ای بکسر الدال وقوله: انت سید المسلمین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین و قوله۔: سلّموا علی علیّ باءمرة الناس۔‘‘

وجوابھاَ: مرّ مبسو طا قبیل الفصل الخامس و منه انّ ھذہ الاحادیث کذبة با طلة مو ضو عة مفترا ة علیه صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الا لعنة اللہ علی الکاذبین، و لم یقل احد من ائمة الحدیث انّ شیئا من ھذہ الا کا ذیب بلغ مبلغ الا حآد المطعو ن فیھا بل کلھم مجمعو ن علی انھا محض کذب و افترا ء۔۔۔الخ (ص۔۷۵)

آپ کی اسی ''درّ منثور'' میں جس کے حوالے سے آپ نے وہ حدیث درج کی، یہ روایتیں بھی تھیں:

'' اخرج ابن ابی حاتم عن ابی هریره قال اتعجبون من منزلة الملائکة من الله و الذی نفسی بیده لمنزلة العبد المؤمن عندالله یوم القیامة اعظم من منزلة ملک واقرءوا ان شئتم:

''اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ هُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّةِ'' (البینة:۷)

واخرج ابن مردویه عن عائشة قالت: قلت یا رسول الله من اکرم الخلق علی الله، قال: یا عائشة اما تقرئین:

''اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ هُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّةِ'' (البینة:۷)

واخرج ابن عساکر عن جابر بن عبدالله قال: کنا عند النبی ﷺ فاقبل علی، فقال النبی ﷺ والذی نفسی بیده انّ هذا و شیعته لهم الفائزون یوم القیامة و نزلت:

''اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ هُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّةِ'' (البینة:۷)

فکان اصحاب النبی ﷺ اذا اقبل علیؑ قالوا جاء خیر البریه

واخرج ابن عدی و ابن عساکر عن ابی سعید مرفوعا ''علی خیر البریة''

واخرج ابن عدی عن ابن عباس قال لما نزلت:

''اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ هُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّةِ'' (البینة:۷)

قال رسول الله ﷺ لعلیؑ: هو انت و شیعتک یوم القیامة راضین مرضیین

واخرج ابن مردویة عن علی قال قال لی رسول الله ﷺ الم تسمع قول الله:

''اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ هُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّةِ'' (البینة:۷)

انت و شیعتک و موعدی و موعدکم الحوض اذا جیئت الامم للحساب تدعون غرّاً محجلین۔ (۳۷۹/۶)

یہ روایتیں بھی مفہومِ آیت کی تصدیق کر رہی ہیں اور صاف بتا رہی ہیں کہ خیر البریۃ کا مفہوم عام ہے جس کا مصداق ہر مومن نیکو کار ہے، آپ نے ان روایتوں سے صرفِ نظر کیوں کیا، اسی ''درِّ منثور'' میں جہاں ''**علی خیر البریۃ**'' تھا، وہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی فرمایا گیا: ''انت و شیعتک'' اس دوسری روایت سے بھی آپ نے صرفِ نظر کیا حالانکہ اس میں تو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی تھا، اس صرفِ نظر کی کیا وجہ ہے آپ کا وہی دعویٰ کہ:

''انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بداہتِ عقلی سے مستثنیٰ ہیں'' جس کی رو سے آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مطلقاً خیر البریہ ہیں اور آپ کو خلفائے ثلاثہ پر فضیلت حاصل ہے شاید یہ دوسری روایت جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوسروں کو شامل کیا گیا، آپ کے اس دعویٰ کے منافی تھی لہٰذا اسے بھی چھپا گئے مسئولیتِ علمی کا تقاضا تو یہ تھا کہ جو کچھ آپکے دعویٰ کے معارض تھا اس کا جواب دیتے، پھر ''علی خیر البریۃ'' کے سببِ نزول کا لحاظ کیجئے تو اس سے وہی ثابت ہوتا ہے کہ ''علی خیر البریۃ'' آیت کے موافق اور اس کی مصدق اور مفہومِ عام کے ایک فرد کا بیان ہے اور یہ کہ آیت اپنے ظاہر پر ہے۔''

اب جو آپ نے سوال کیا کہ:

''سب اتقیاء کا سردار فرمانا سب سے اکرم ہونے کی دلیل نہیں ہے کیا؟''

ہماری تقریر اس کا جواب باصواب ہے۔

پھر آپ کہتے ہیں:

''یہاں سب اتقیاء سے اتقیٰ ہونا کسی حدیث یا آیت سے استنباط نہیں کیا گیا بلکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مخاطب فرما کر صراحت فرمائی کہ علی مرتضیٰ سب اتقیاء کا سردار ہو کر اکرم الامت ہیں۔''

کیا فضائل مرتضوی، جو آیات متواترہ اور احادیثِ کثیرہ شہیرہ اور اجماعِ امت سے ثابت ومعروف خاص وعام ہیں محتاجِ ثبوت تھے؟ پھر ان کے اثبات کے لئے یہی حدیثِ موضوع ملی؟ فضل علی کا انکار کون صحیح العقیدہ مسلمان کرے گا؟ اس تجاہلِ عارفانہ کا کیا علاج ہے کہ باتباعِ ہویٰ تفضیل علی کے درپے ہوں اور خلفائے ثلاثہ کے بارے میں آیات واحادیثِ متواترہ وارشاداتِ ائمۂ اہلِ بیت واجماعِ امت اور خود افاضاتِ مرتضوی سب رد ٹھہریں یہ حبّ علی کی کون سی روش ہے اور تفضیل علی کی کیسی ہوس ہے۔ جس کے آگے آیات واحادیث واجماعِ امت کسی کی پرواہ نہیں، ایک خبرِ واحد یا موضوع کے آگے سب رد، پھر یہ کیسا مغالطہ ہے کہ کسی حدیث یا آیت۔۔۔الخ

یہ وہی احادیثِ متواترہ اور آیات سے بے خبر بننا ہے اور اجماعِ امت کا نام بھی نہ لیا اور لیتے بھی کیسے کہ پہلے اپنے عقیدۂ مذمومہ خیالِ تفضیل کو امت کا مجموعی عقیدہ بتا چکے اور یہاں تواتر کو رد کر کے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی تفضیل کو کسی ایک حدیث یا آیت کا استنباط بتانا چاہتے ہیں، کیا اس کا صریح مفاد یہ نہیں کہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی تفضیل ایک فرعی اجتہادی استنباطی مسئلہ ہے، اس کے برخلاف خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر تفضیل علی جو آپ کا عقیدۂ مذمومہ ہے وہ امت کا مجموعی عقیدہ ہے؟ ہے اور ضرور ہے پھر معتقدات کو فرعی اور اجتہادی مسئلہ ہونا کس نے ٹھہرایا؟ اور اجماعِ امت سے خلاف کس نے روا رکھا؟ ظاہر ہے کہ اسے کوئی روا نہ رکھے گا۔ کیا معاملہ یہ تو نہیں کہ جب اجماعِ امت کا خیال آیا اور یہ جانا کہ اس کا خلاف کسی کو منظور نہ ہوگا تو اجماعِ امت جو اُدھر تھا پلٹ کر اِدھر کر دیا۔

یہ کیسی زبردستی ہے کہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت کا معاملہ تو استنباطی ٹھہرایا اور اس طرح اسے ایک فرعی اجتہادی مسئلہ قرار دیا تا کہ راہِ اختلاف نکلے، چلئے آپ کے طور پر یہی سہی، اب ذرا یہ تو کہئے کہ جب یہ استنباطی ٹھہرایا تو اس کا مقابل اجماعی کیسے ہو گیا؟ کیا یہ دبے لفظوں میں یہ بتانا نہیں کہ اس کو استنباطی یوں ہی کہہ دیا، حقیقتاً وہ آپ کے نزدیک استنباطی نہیں کہ آپکے طور پر جو اجماعی ہے اس سے اختلاف کی گنجائش نہیں اور مخالف کا اعتبار نہیں، جس طرح دیگر معتقدات میں مخالف کا اعتبار نہیں کیا جاتا بلکہ وہ گمراہ ٹھہرتا ہے، اب آپ کی اس تقریر کا یہ حاصل نہیں کہ آپ کا عقیدہ برحق ہے اور آپ ہی اہلِ حق ہیں اور اہلِ سنت کا عقیدہ باطل اور وہ گمراہ ومبطل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تیسری اور چوتھی عبارت اور اس کا رد:

آپ لکھتے ہیں:

"استاذ ابوزہرہ پروفیسر جامعہ ازہر مصر کے بیان سے یہ بات سامنے آگئی کہ افضلیت علی مرتضیٰ کا عقیدہ شیعہ کا منفرد عقیدہ نہ تھا۔۔۔الخ"

یہ دعویٰ خلافِ واقع ہے اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت نے اپنی کتاب مستطاب "غاية التحقيق" میں ائمہ اہلِ بیت اِطہار اور خود جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جو ارشادات درج فرمائے ان سے اس دعوے کا حال روشن ہے۔

کتابِ مستطاب سے بطور نمونہ چند عبارتیں صدرِ مقالہ میں گزریں، قائل کا حکم اور اس دعوے کا افتراء وخلافِ اجماع ہونا ان بیانات سے روشن ہے جو گزرے، علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت کا دم بھرنے والے اور اس کے نشے میں احادیثِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واجماعِ مسلمین سے پھرنے والے اور خود علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے روگرداں لوگوں کے لئے ایک ہی مقرر ومتواتر ارشادِ مرتضوی کافی ہے:

"لا اجد احدا فضلني على ابي بكر وعمر الا جلدته حدّ المفتري"

ترجمہ: میں جسے پاؤں گا کہ مجھے ابوبکر وعمر سے افضل کہتا ہے اسے مفتری کی حد لگاؤں گا۔

قائل ضرور تفضیلی گمراہ ہے جنہیں عہد قدیم میں شیعہ کا لقب دیا گیا۔

از ابتداء تا انتہا عقیدۂ مذمومہ کو ثابت کرنے کے درپے آں جناب اسی روش پر ہیں کہ ایک آدھ حدیث جسے اپنے مطلب کے موافق سمجھا وہی نقل کر لائے اور جانبِ مخالف میں احادیثِ متواترہ سے نظر پھیر لی، یہاں بھی "اراءة الادب لفاضل النسب" سے ایک حدیث درج کی جس کا ترجمہ یہ ہے:

"روزِ قیامت میں سب سے پہلے اہلِ بیت کی شفاعت فرماؤں گا، پھر درجہ بدرجہ زیادہ نزدیک ہیں قریش تک، پھر انصار، پھر وہ اہلِ یمن جو کہ مجھ پر ایمان لائے اور میری پیروی کی، پھر باقی عرب پھر اہلِ عجم اور میں جس کی شفاعت پہلے کروں گا وہ

افضل ہے۔“

اوراس سے پہلے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قریش کے بارے میں جو حدیث درج کی اس سے آنکھیں بند کرلیں وہ حدیث یہ ہے:

”قریش علی مقدمة الناس یوم القیامة ولو لا ان تبطر قریش لاخبر تھا بما لمحسنھا من الثواب عنداللہ۔“ رواہ ابنِ عدی عن جابر رضی اللہ عنہ

یعنی قریش روزِ قیامت سب لوگوں سے آگے ہوں گے اور اگر قریش کے اِترا جانے کا خیال نہ ہوتا تو میں انہیں بتادیتا کہ ان کے نیک کے لئے اللہ کے یہاں کیا ثواب ہے۔ اس کو روایت کیا ہے ابن عدی نے جابر رضی اللہ عنہ سے۔

اس عقیدۂ مذمومہ کے مخالف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو دلائل باہرہ ذکر کئے جب ان کا کچھ جواب نہ بن پڑا تو یوں گویا ہوئے:

”اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے افضلیت کے باب میں مختلف اقوال فرمائے مگر اقوال از قسم استنباط و استدلال ہیں مگر یہ حوالہ آپ کا بزبانِ نبوت ہے۔“ [فتاویٰ رضویہ ۲۳/ ۲۳۲]

کیا خلفائے ثلاثہ کے بابت کچھ بزبانِ نبوت نہیں؟ ہے ضرور ہے، اسی کتابِ مستطاب ”اراءۃ الادب“ میں قریش کے متعلق یہ حدیثیں بھی تھیں جن سے آپ نے صرفِ نظر کیا، فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

”قریش علی مقدمة الناس یوم القیامة ولو لا ان تبطر قریش لاخبر تھا بما لمحسنھا من الثواب عنداللہ۔“ رواہ ابن عدی عن جابر رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

”ان لواء الحمد یوم القیامة بیدی وان اقرب الخلق من لوائی یومئذ العرب“ رواہ الامام الترمذی الحکیم والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ

کیا یہ بزبانِ نبوت نہیں؟ ہیں اور ضرور ہیں، پھر انکا کیا جواب؟ کیا حسبِ سابق وہی روش چلیں

گے؟ کہ ایک کو لے لیں اور تطبیق و توفیق کی فکر نہ کریں، یہ وہی روش ہے جو شروع سے آخر تک چلی آ رہی ہے یعنی کچھ کو مانا کچھ کو نہ مانا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ اقوال کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ یہ:

''از قسم استنباط و استدلال ہیں۔''

یہ وہی بات ہے جو پہلے کہہ چکے کہ:

''کسی آیت یا حدیث سے استنباط نہیں کیا گیا۔۔۔الخ''

فرق اتنا ہے کہ یہاں ''استدلال'' کا لفظ زیادہ کیا، اب ذرا ارشاد ہو کہ یہ اقوال جو از قبیل استنباط و استدلال ہیں، یہ آیات و احادیث کے مفاہیم ہیں یا کچھ اور؟ اگر یہ آیات و احادیث کے مفاہیم اور ان کے مظہر اور مصدق ہیں تو یہ حکم آیات و احادیث میں ہوئے۔ اب یہ مفاہیمِ حدیث اور وہ جو بزبانِ نبوت ہے حدیث و معنیً حدیث ہونے میں یکساں ہیں تو یہاں کون سا تقابل ہے جو اس کے قبول کا موجب ہو اور اس کے رد کا مقتضی ہو؟ کیا کوئی مجسّم بطورِ معارضہ بالقلب یہ نہیں کہہ سکتا کہ ابطال پر ائمہ نے جو اقوال پیش کئے وہ از قبیل استنباط و استدلال ہیں اور یہ حدیث کہ:

''عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ عزو جل قال: من عادیٰ لی ولیّا فقد بارزنی بالحرب وما تقرّب الیّ عبدی بشئی احبّ ممّا افترضت علیه وما زال یتقرّب الیّ بالنوافل حتیٰ احبّه فاذا احببته کنت سمعه الّذی یسمع به وبصره الّذی یبصر به ویده الّتی یبطش بها ورجله الّتی یمشی علیها ولئن سألنی عبدی اعطیته ولئن استعاذ نی لاعیذنّه وما تردّدت عن شیء انا فاعله تردّدی عن نفس المؤمن یکره الموت وانا اکره مسائته'' [صحیح البخاری۔ ۶۵۰۲]

بزبانِ نبوت ہے بلکہ خود قرآن میں اللہ تعالیٰ کا بادلوں کے سائے میں آنا اور عرش پر مستوی ہونا مذکور ہے جو اس مجسّم کے طور پر بزبانِ خدا ہے۔ اور یہ اقوال ائمہ از قبیلِ استنباط و استدلال ہیں، پھر آپ کے نزدیک اس کا کیا جواب؟ اور جو جواب آپ دیں آپ کے استدلال کے مقابل وہی

ہمارا جواب ہے۔

کیا یہ اقوال جو آپ کے بقول از قبیل استدلال و استنباط ہیں کسی حدیث کے معارض ہیں یا معارض نہیں؟ اور معارض ہیں تو وجہ معارضہ کیا ہے؟ توفیق و تطبیق ممکن ہے یا نہیں؟ بر تقدیرِ اول ان کے ترک پر کیا باعث اور شرع شریف سے کون سا امر انہیں چھوڑنے کا مقتضی؟ بر تقدیر ثانی یعنی جب توفیق و تطبیق ممکن نہ ہو تو سبیل ترجیح ہے، اب ظنی و قطعی، آحاد و متواتر میں بظاہر متعارض ہیں تو ترجیح قطعی و متواتر کو ہو گی یا ظنی و آحاد کو؟ آپ کے طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر آپ کو کوئی حدیث بظاہر آپ کے موافقِ مطلب مل جائے تو استدلال و استنباط سب رد، آپ کے بقول یہ حوالہ بزبانِ نبوت ہے اور اس کے مقابل جو کچھ ہے از قبیل استنباط و استدلال ہے، اب استنباط کے بابت ایک حدیث سن لیجئے جو یوں ہے:

”عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قال: العلم ثلاثۃ فما سوی ذالک فھو فضل: آیۃ محکمۃ او سنہ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ۔ (المستدرک رقم ۸۰۶۸ و البیھقی و ابنِ ماجہ، ابو داؤد و الدار قطنی)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ”علم تین ہیں تو جو ان کے ماسوا ہے وہ فضول ہے: محکم آیت سنتِ ثابتہ یا وہ حکم جو ان دونوں کے برابر ہو“

یہ بھی بزبانِ نبوت ہے جس سے استنباط کا اعتبار ثابت ہے اسے مطلقاً رد کرنا بد مذہب غیر مقلدین کی عادت ہے اور تشہی اور اتباعِ ہویٰ کا یہی انجام ہے کہ آدمی اپنی خواہش کے مطابق کوئی حدیث یا آیت پائے اسے لے لے اور جو مخالفِ ہویٰ ہو اسے چھوڑ بیٹھے، کیا شروع سے لے کر آخر تک آپ اسی روش پر گامزن نہیں؟ ہیں اور ضرور ہیں۔

حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ رقم طراز ہیں:

”میں پوری امت میں سب سے پہلے اپنی اہلِ بیت کی شفاعت کروں گا“

یہ صغریٰ ہوا:

''اور جس کی میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا وہ سب سے افضل ہے۔''

یہ کبریٰ ہوا:

''میری اہلِ بیت پوری امت سے افضل ہے''

یہ نتیجہ منطقیہ ہے۔

ذرا ارشاد ہو کیا یہ وہی استدلال نہیں ہے جسے ابھی آپ اور اس سے پہلے رد کر چکے اپنے جملے یاد کر لیجئے۔

''کسی حدیث یا آیت سے استنباط نہیں کیا گیا وغیرہ''

کیا اب کوئی آپ سے سیکھ کر آپ ہی کی بات دہرا نہیں سکتا کہ یہ از قسم استدلال ہے اور اسی جگہ پر اسی کتاب میں سے جو آپ نے نہ لیا یعنی قریش علی مقدمۃ وغیرہ۔ وہ حوالہ بزبانِ نبوت ہے اور اسی طرح بہت سارے حوالے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے بارے میں بزبانِ نبوت ہیں آخر کیوں آپ انہیں پسِ پشت ڈال رہے ہیں؟ آپ کا یہ دہرا معیار ہر نظر والے کو نظر آ گیا کہ اپنے مخالف باتوں کا جواب جب بن نہ پڑا تو یہ کہہ دیا:

''مگر اقوال از قسم استنباط و استدلال ہیں۔''

پھر یہاں کیوں استنباط کا سہارا لے رہے ہیں اور کیوں اس سے صرفِ نظر کر رہے ہیں جو حوالے بزبانِ نبوت ہیں؟ کیا جناب ہی کے اس طرز سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو ابھی ہم کہہ آئے یعنی اگر یہ آیات و احادیث کے مفاہیم اور ان کے مظہر و مصدّق ہوئے۔

اور کیا خود آپ نے یہ نہ بتا دیا کہ کبھی کسی نص کے مفہوم کے اثبات کے لئے ترتیبِ مقدمات و استدلالِ منطقی کی حاجت ہوتی ہے اور جو اس سے ثابت ہوا وہ دراصل نص سے ثابت ہوتا ہے۔

جو نتیجہ آپ نے نکالا فضلِ اہلِ بیت حسبِ مراتب کا انکار کوئی محبّ اہلِ بیت نہیں کر سکتا مگر یہاں یہ سوال ہے کہ صغریٰ کا ثبوت کس درجے میں ہے؟ پہلے وہ درجہ بتائیے اور یہ ثابت کیجئے کہ اس نص کے معارض کوئی نص نہیں، اور بصورتِ معارضہ کوئی نص ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو روایۃ و درایۃ دونوں ہم پلہ ہیں یا کوئی راجح ہے اور کوئی مرجوح؟ پہلی صورت میں دونوں ساقط، تو آپ کو

اس سے استدلال کیا مفید؟ اور دوسری صورت یہاں کیوں کر متصور کہ ظنّی الثبوت قطعی الثبوت سے کیوں کر راجح ہوگا؟ اور ظنّی الدلالۃ بابِ اعتقاد میں کیوں کر مقبول ہوگا؟ بالجملہ پہلی منزل صغریٰ کا اثبات بطرزِ مطلوب ضروری ہے، کیا آپ اس مرحلے سے گزر چکے؟ اور جب صغریٰ ہی ثابت نہیں تو نتیجہ کیسے نکلے گا؟ کیا کوئی یہاں یہ نہیں کہہ سکتا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اکرمیت وافضلیت خوب روشن طور پر براہِ راست آیاتِ کریمہ سے ثابت ہے اور اس کا کبریٰ قرآن میں منصوص ہے جو آپ کے کبریٰ کے معارض ہے، کیا آپ نے یہ معارضہ دفع فرمایا، جب تو آپ کا کبریٰ بفرضِ غلط سلامت ہے ورنہ قرآن کا منصوص کبریٰ سلامت ہے اور اسی کو ماننے میں آپ کی سلامتی ہے اور صغریٰ بھی قرآن میں منصوص ہے جس کا مصداق احادیثِ متواترہ واجماعِ امت کی روشنی میں صرف اور صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ گزرا تو شکل اول سے مقدمہ یوں ہوا:

”ابو بکر اتقی الناس واتقی الناس اکرم الناس“

نتیجہ نکلا:

”ابو بکر اکرم الناس“

اس مقدمے کا رد کیا قرآن وحدیث واجماعِ امت سب کا رد نہیں۔ ہم پہلے ہی بتا چکے کہ انوکھے محقق انوکھی تحقیق سے اجماعِ مسلمین کے رد کے درپے ہیں، یہاں حدیثِ مذکور پر تبصرہ کرتے کرتے امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ کے بابت برخلاف اہلِ سنت عقیدۂ تفضیل سے آگے بڑھ کر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں اہلِ سنت کا جو عقیدہ ہے اور ان میں باہم جو فرقِ مراتب ہے ان سب کا انکار کرتے ہیں اور حدیث کا نتیجہ یوں نکالتے ہیں، ناظرین سوچیں کیا یہ حدیث کا نتیجہ ہے؟ کیا یہ اتباعِ سنت ہے کہ ایک آدھ حدیث جسے اپنے مطلب کی سمجھیں لیں، اور باقی سے صرفِ نظر کریں، اب تو کھل گیا کہ تحقیق کے نشے میں اجماعِ امت کا انکار کیا ہے اور آں جناب مذہبِ اہلِ سنت سے اور سبیل مسلمین سے دور پڑے اور نئی تحقیق کے پیمانے میں بدمذہبی کی پرانی شراب پیش کی ہے اور تشیّع کی طرف قدم بڑھایا ہے:

”وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝“ [الانفال:۱۳]

اور اجماعِ امت کو رد کرنے کا یہی انجام ہے۔

کیا جناب کا یہ ارشاد کہ:

"اب جملہ صحابہ کرام، خلفائے راشدین، بمعہ عشرہ مبشرہ، حاضرین بدر، حاضرین احد، اہلِ بیعتِ رضوان الغرض جملہ اقسام صحابہ کرام امتی ہیں"

اس جملے میں خلفائے راشدین وغیرہم مذکورین کا ذکر تخصیص بعد تعمیم ہے یا کچھ اور؟ اور جب تخصیص بعد تعمیم ہے تو تخصیصِ مذکورین درجہ بدرجہ مذکورہ حضرات کی فضیلت اور اس میں ترتیب وتفاوت کا جو پتہ دے رہی ہے کیا آپ ہی کے اعتراف سے ان مذکورین علیٰ وجہ الخصوص کا جملہ صحابہ کرام سے افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا؟ ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے، اب ذرا یہ ارشاد ہو کہ یہ تخصیص کس دلیل کے بموجب ہے وہ دلیل اجماعی ہے؟ اگر ایسا ہے تو کیا آپ ہی کے اعتراف سے ان مخصوصین کا دیگر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل ہونا اجماعی امر ہوا کہ نہیں؟ تقدیرِ ثانی پر کیا دلیل ہے؟ اور جب یہ بر تقدیرِ اول یعنی جب کہ یہ اجماعی امر ہے تو اس کے معارض آپ کی پیش کردہ وہ حدیث کیسے ہو سکتی ہے؟ کہ وہ خبرِ واحد ہے اور اجماعِ متواتر کے حکم میں ہے جس کی رو سے سندِ اجماع بالفرض ہمارے اعتبار سے خبرِ واحد بھی ہو مگر اجماع جس کو تلقی بالقبول لازم ہے اس کو متواتر کے حکم میں کرتا ہے اور یہاں تو صرف اجماع ہی نہیں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے فضل پر اور بحسب الخلافت ان کی ترتیب فضیلت پر تواترِ احادیث ہے پھر یہ خبرِ واحد اجماع وتواترِ احادیث کی معارض کیسے ہو سکتی ہے؟

اور آپ کا یہ قول کہ:

"صرف اہلِ بیت ہی اہلِ بیت ہیں"

جس سے آپ ان مخصوصین پر فضیلت اہلِ بیت بتانا چاہتے ہیں، کیوں کر صحیح ٹھہرے گا اور اس سے آپ کا یہ مقصد کیوں کر حاصل ہوگا؟ پھر اہلِ بیت میں وہ بھی ہیں جو غیر صحابی وغیر تابعی ہیں ان کی تفضیل ان پر اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر جو آپ کے اس مقالے کا حاصل ہے کیا اجماع کا انکار در انکار نہیں؟ ہے اور ضرور ہے۔ پھر اس تناقض پر نظر کیجئے کہ خود ہی پہلے تو وہ بات کہی کہ جس سے تمام اہلِ بیت کی تفضیل ان مخصوصین جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہیں وغیرہم اور عموم صحابہ رضی اللہ عنہم پر نکلی پھر

حدیث کو حضرت علی رضی اللہ عنہ میں منحصر کر دیا، چناں چہ لکھا:

''اور ایک معنیٰ میں جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اہلِ بیت میں افضلیت حاصل ہے کیوں کہ جملہ ہاشمی مع اہلِ بیت رسول کے جنابِ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھتے تھے۔''

پھر اس کا حاصل حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ عنہٗ کا جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم پر مقدم ہونا ہے اور یہ وہی فضیلت علیٰ ترتیب الخلافۃ کا انکار ہے جس کے جناب درپے ہیں اگر چہ ابھی اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے کہہ چکے کہ:

''صحابہ کرام خلفائے راشدین ۔۔۔الخ''

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا استثنا نہ کیا بلکہ اہلِ سنت کی اس ترتیب کو مقرر رکھا جس کی رو سے خلفائے راشدین ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم ہیں یہ بھی تناقض ہے اس کا کیا جواب ہے اور یہاں جو دعویٰ کیا ہے یہ اہلِ سنت کا مذہب نہیں بلکہ غالی شیعہ کا عقیدہ ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

''الغرض جملہ اقسام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امتی ہیں اور صرف اہلِ بیت ہی اہلِ بیت ہیں اور اہلِ بیت جملہ اقسام امت سے افضل ہیں۔''

اس جملے کا ظاہری مفاد کیا ہے؟ اور جملہ

''اہلِ بیت ہی اہلِ بیت ہیں''

کو جب جملۂ سابقہ کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو مقابل صاف ظاہر ہے اب یہ تقابل کیا معنی دیتا ہے؟ یہی نا کہ

''الغرض جملہ اقسام صحابہ کرام امتی ہیں اور اہلِ بیت ہی اہلِ بیت ہیں''

یعنی وہ امتی نہیں۔

پہلے تو جناب نے تفضیل علی کے جوش میں دبے لفظوں میں اپنا فرقہ امامیہ سے ہونا ظاہر کیا جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے متعین اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر مقدم سمجھتا ہے جیسا کہ ''ملل و نحل'' میں ہے اور یہاں اس سے بھی تجاوز کر کے اہلِ بیت کو امتی ہونے

سے نکالا، اب جب کہ اہلِ بیت امتی کے مغائر و مقابل ہیں تو ان کی حیثیت آپ کے نزدیک کیا ہے؟ کیا ان کے لئے عصمت ثابت کریں گے؟ کیا یہ ایک مرتبہ پھر شیعیت کی طرف پیش قدمی نہیں؟

پھر آپ فرماتے ہیں:

''اور اہلِ بیت جملہ اقسامِ امت سے افضل ہیں۔''

اس کی رو سے غیر صحابہ کی تفضیل صحابہ پر صاف ظاہر ہے، کیا یہ آیات واحادیث و اجماعِ امت سب کا رد نہیں؟ آپ کے جملے کا مفاد یہ ہے کہ اہلِ بیت کی تفضیل اس وجہ سے ہے کہ وہ اہلِ بیت ہیں اور آپ کے جملے:

''الغرض جملہ اقسام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امتی ہیں''

کا ظاہری پہلو اس مفاد کا مؤید ہے جس سے ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک ان کی تفضیل اس وجہ سے ہے کہ وہ امتی نہیں بلکہ اہلِ بیت ہیں۔ ان کے امتی ہونے کا انکار جو آپ کے جملے کا ظاہری مفاد ہے کس دلیل پر مبنی ہے ارشاد ہو اور کوئی دلیل نہیں قرآن و حدیث و اجماع امت کی روشنی میں اس قول کا حکم اور حکمِ قائل ارشاد ہو، آپ کے نزدیک اہلِ بیت ہونا ہی سب پر فضیلت کی وجہ سہی مگر قرآن نے فضل کی بنیاد جس بات پر رکھی اس کا بیان فضیلتِ صدیق اکبر کے باب میں

''اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ'' (الحجرات:۱۳)

سے گزرا۔ نیز قرآن مجید فرماتا ہے:

''وَ السّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ ۙ اُولٰٓئِکَ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ۙ'' (الواقعہ:۱۱،۱۰)

ترجمہ: اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے وہی مقرب بارگاہ ہیں۔

نیز فرماتا ہے:

''وَ السّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُہٰجِرِیۡنَ وَ الۡاَنۡصَارِ وَ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡہُمۡ بِاِحۡسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ وَ اَعَدَّ لَہُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ تَحۡتَہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ۔'' (التوبہ:۱۰۰)

ترجمہ: اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے

پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

بغوی اور قرطبی میں ہے:

واللفظ للقرطبی: ''نصّ القرآن علی تفضیل السابقین الاولین من المهاجرین والانصار وهم الذین صلّوا الی القبلتین فی قول سعید بن المسّیب وطائفة،وفی قول اصحاب الشافعی هم الذین شهد وابیعة الرضوان وهی بیعة الحدیبیة وقاله الشعبی ،وعن محمد بن کعب وعطاء بن یسار: هم اهل بدر ،واتفقوا علی انّ من هاجر قبل تحویل القبلة فهو من المهاجرین الاولین من غیر خلاف بینهم۔''

واما افضلهم فقال ابو منصور البغدادی التمیمی: ''اصحابنا مجمعون علی انّ افضلهم الخلفاء الاربعة ،ثم الستة الباقون الی تمام العشرة ،ثم البدریون، ثم اصحاب احد، ثم اهل بیعة لرضوان بالحدیبیة''

وامّا اوّلهم اسلاما فروی مجالد عن الشعبی قال: ''سألت ابن عباس من اوّل الناس اسلاما؟قال: ''ابو بکر،و: أو ما سمعت قول حسّان:

اذا تذکّرت شجواً من اخی ثقة　　　فاذکر اخاك ابا بکر بما فعلا
خیر البریة اتقاها واعدلها　　　بعد النبی واوفا ها بما حملا
الثانی التالی المحمود مشهده　　　واوّل الناس منهم صدّق الرسلا

وذکر ابو الفرج ابن الجوزی عن یوسف بن یعقوب بن الماجشون انه قال: ''ادرکت ابی و شیخنا محمد بن المنکدر و ربیعة بن ابی عبدالرحمن وصالح بن کیسان وسعد بن ابراهیم وعثمان بن محمد الاخنسی وهم لا یشکون انّ اوّل القوم اسلاما ابو بکر ،وهو قول ابن عباس وحسّان واسماء بنت ابی بکر وبه قال ابراهیم النخعی ،وقیل اوّل من اسلم علی ،روی

ذالک عن زید بن ارقم و ابی ذرّ و المقداد و غیرھم۔قال الحاکم ابو عبد اللہ : لا اعلم خلافا بین اصحاب التواریخ انّ علیّا اوّلھم اسلاما ، وقیل : اوّل من اسلم زید بن حارثۃ ، وذکر معمر نحو ذالک عن الزھری ، وھو قول سلیمان بن یسار وعروۃ بن الزبیر وعمران بن ابی انس ، وقیل: اول من اسلم خدیجۃ امّ المؤمنین ، روی ذالک من وجوہ عن الزھری وھو قول قتادہ و محمد بن اسحاق بن یسار و جماعۃ ، وروی ایضا عن ابن عباس ، وادّعی الثعلبی المفسر اتفاق العلماء علی انّ اوّل من اسلم خدیجۃ وانّ اختلافھم انما ھو فیمن اسلم بعدھا وکان اسحاق بن ابراھیم بن راھویہ الحنظلی یجمع بین ھذہ الاخبار فکان یقول :اوّل من اسلم من الرجال ابو بکر ، ومن النساء خدیجۃ ، ومن الصبیان علی، ومن الموالی زید بن حارثۃ ومن العبید بلال ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

وذکر محمد بن سعد قال: اخبرنی مصعب بن ثابت قال حدثنی ابو الاسود محمد بن عبدالرحمن بن نوفل قال: ”کان اسلام الزبیر بعد ابی بکر وکان رابعاً او خامسا قال اللیث بن سعد وحدثنی ابو الاسود قال: اسلم الزبیر وھو ابن ثمان سنین وروی ان علیّا اسلم ابن سبع سنین، وقیل : ابن عشر۔“ [۲۳۶،۲۳۷/۸]

ترجمہ: قرآنِ کریم نے مہاجرین وانصار میں سب سے اگلوں پہلوں کی افضلیت پر نص فرمائی اور سعید بن مسیّب اور ایک جماعت کے قول کے مطابق یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور امام شافعی کے اصحاب کی رائے میں سابقین اولین سے مراد وہ لوگ ہیں جو بیعتِ رضوان میں حاضر تھے اور بیعتِ رضوان حدیبیہ میں ہونے والی بیعت ہے اور یہ قول شعبی کا ہے، اور محمد بن کعب اور عطا بن یسار سے منقول ہے کہ وہ سابقین اولین اہلِ بدر ہیں۔ اور اس پر

سب کا اتفاق ہے کہ جو لوگ تحویل قبلہ سے پہلے ہجرت کر کے آئے وہ مہاجرین اولین میں سے ہیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں، رہے وہ جو سب سے افضل ہیں تو ابو منصور بغدادی تمیمی نے کہا: ہمارے اصحاب کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان سب سے افضل چار خلفاء ہیں، پھر عشرۂ مبشرہ میں سے تمام عشرہ تک باقی رہنے والے چھ صحابہ سب سے افضل ہیں پھر بدری صحابہ، پھر اصحابِ احد، پھر وہ جنہوں نے حدیبیہ میں بیعتِ رضوان کی۔

(یہاں تک ہجرت میں پہل کرنے والے مذکور ہوئے) رہے وہ جو سب سے پہلے اسلام لائے تو مجالد نے شعبی سے روایت کیا، انہوں نے کہا: میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: سب لوگوں سے پہلے اسلام کون لایا؟ انہوں نے فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ، کیا تم نے حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول نہ سنا: جب تمہیں کسی معتمد کی غم انگیز یاد آئے تو اپنے بھائی ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ان کے کارناموں کے ساتھ یاد کرو جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام لوگوں میں سب سے بہتر سب سے زیادہ پرہیزگار اور سب سے زیادہ عدل والے اور جس ذمہ داری کے متحمل ہوئے اس کو سب سے زیادہ پورا کرنے والے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غار میں دو جانوں کے دوسرے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے چلنے والے ستودہ حال، اور لوگوں میں سب سے پہلے رسولوں کی تصدیق کرنے والے۔

ابو الفرج ابن الجوزی نے یوسف بن یعقوب بن ماجشون سے حکایتاً ذکر کیا کہ انہوں نے فرمایا: "میں نے اپنے باپ اور اپنے شیخ محمد بن منکدر اور ربیعہ بن ابی عبد الرحمن اور صالح بن کیسان اور سعد بن ابراہیم اور عثمان بن محمد اخنسی کو پایا کہ انہیں اس بات میں شک نہ تھا کہ سب سے پہلے اسلام لانے والے ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں، اور یہی قول ابن عباس، حسّان اور اسماء بنتِ ابی بکر کا ہے اور ابراہیم نخعی نے یہی قول کیا ہے۔ امام قرطبی نے اس قول کو مقدم رکھا اور بوجہ تقدیم اس قول کا راجح ہونا بتایا اور دیگر اقوال کو "قیل" سے تعبیر کیا، چناں چہ فرماتے ہیں: "اور کہا گیا: سب سے پہلے اسلام لانے والے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔" یہ قول زید بن ارقم اور ابو ذر اور مقداد وغیرہم سے

مروی ہے، حاکم ابو عبد اللہ نے کہا کہ مؤرخین کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں جانتا کہ علی رضی اللہ عنہ اسلام میں سب سے پہلے ہیں۔‘‘ اور کہا گیا: سب سے پہلے جو اسلام لائے وہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں۔‘‘ اور معمر نے اسی کے ہم معنیٰ زہری سے حکایت کیا ، اور یہ سلیمان بن یسار اور عروہ ابن زبیر اور عمران بن ابی انس کا قول ہے۔‘‘ اور کہا گیا کہ: ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے اسلام لائیں۔‘‘ زہری سے یہ معنیٰ متعدد طرق سے مروی ہے اور یہ قول قتادہ اور محمد بن اسحاق بن یسار اور ایک جماعت کا ہے اور نیز یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور مفسر ثعلبی نے علماء کے اتفاق کا دعویٰ کیا اس بات پر کہ سب سے پہلے خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں اور یہ کہ علماء کا اختلاف خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اسلام لانے والوں کے بارے میں ہے، اور ان روایتوں میں اسحاق بن ابراہیم بن راہویہ حنظلی تطبیق دیتے تھے تو یوں کہتے تھے: ’’مردوں میں سب سے پہلے ابو بکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور موالی میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں بلال رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے۔‘‘ واللہ تعالیٰ اعلم

اور محمد بن سعد نے حدیث ذکر کی کہتے ہیں مجھے خبر دی مصعب بن ثابت نے، کہتے ہیں مجھ سے حدیث بیان کی ابو الاسود محمد بن عبد الرحمن بن نوفل نے، انہوں نے کہا: ’’زید رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد ہوا اور یہ چوتھے یا پانچویں مسلمان ہوئے۔‘‘

لیث بن سعد کہتے ہیں اور مجھ سے حدیث بیان کی ابو الاسود نے انہوں نے فرمایا: ’’زبیر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور جب وہ آٹھ سال کے تھے، اور روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سات سال کی عمر میں اسلام لائے اور ایک قول یہ ہے کہ دس سال کی عمر میں۔۔۔انتہیٰ‘‘

آیتِ کریمہ سے مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم میں سے سابقین اوّلین کی فضیلت عبارۃ النص سے ظاہر ہے، نیز آیتِ کریمہ جملہ صحابۂ کرام مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کی فضیلت کی متضمن ہے اور مہاجرین وانصار اسمِ مشتق ہیں اور امثالِ مقام میں جب مشتق پر کوئی حکم کیا جاتا ہے عرفا اس حکم کے

لئے اس کا مبداءِ اشتقاق علّت ہوتا ہے لہٰذا اس طرز سے سمجھ میں آتا ہے کہ نبی ﷺ کی صحبت اور ان کے ساتھ یا ان کی طرف ہجرت اور ان کی نصرت یہ سب اسبابِ تفضیل ہیں اور جو لوگ ان اوصاف میں سبقت کے حامل ہیں وہ سابقین اوّلین ہیں، اور دوسروں پر اس وصفِ سبقت کی وجہ سے مفضل و مقدم ہیں اور ظاہر ہے کہ اسلام اور فضل صحبت اور ہجرت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سب پر سبقت حاصل ہے لہٰذا وہ سابقین اوّلین کے سب سے پہلے فرد جو تمام سابقین اوّلین سے افضل، تو ان کی فضیلت غیر سابقین پر دو چند ہے۔

اہلِ بیتِ اطہار کو بھی سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت کی وجہ سے فضیلت ان کی شان کے لائق حاصل ہے جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو سرکار ﷺ سے نسبت کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے اور اس میں ان کے درجات و مراتب ہیں، ہمارا یہ کام نہیں کہ ہم صحابہ اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے درمیان محبت و تکریم میں فرق کریں اور باتباعِ ہوی کسی کو فاضل کسی کو مفضول جانیں، جب دونوں کو نسبت نبی ﷺ سے ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معاملہ سب سے اوپر ہے اور ہمارے ایمان کا تقاضا ہے کہ ہماری خواہش نبی علیہ السلام کے لائے ہوئے دین کے تابع ہو تو ہم دونوں کے ساتھ حدِادب پر رہتے ہوئے بابِ تفضیل میں کتاب و سنت و اجماعِ امت کے پابند ہیں اور اس معاملے کو حدِ توقیف پر رکھتے ہیں اس کے برخلاف مفضلہ کہ خارقِ اجماعِ امت ہیں۔

کیا اہلِ بیت کو افضل بتانا اسی پر موقوف ہے کہ اجماعِ امت سے صرفِ نظر اور خود ائمۂ اہلِ بیت خصوصا ارشاداتِ مرتضوی کو پس پشت ڈالا جائے اور آیات و احادیث سے چشم پوشی کی جائے۔

آں جناب نے اس حدیث سے جو آپ نے ذکر کی یہ نتیجہ تو نکالا کہ:

”میری اہلِ بیت پوری امت سے افضل ہے۔“

افسوس آپ نے یہ زعم سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ٹھہرایا اور اسے ان کی طرف منسوب کر دیا اور اس کے معارض جو ارشاداتِ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے سب سے بے خبر کیوں بن گئے؟

ذرا شفاعت کا لحاظ کر کے یہ تو بتائیے کہ حضور ﷺ تمام اہلِ بیت کے بارے میں یہ فرما رہے ہیں یا اہلِ بیت میں سے ایک جماعت کے بارے میں فرما رہے ہیں۔

برتقدیرِ ثانی وہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں یہ ارشاد ہوا کہ:

''میں جس کی شفاعت پہلے کروں وہ افضل ہے۔''

ذکرِ شفاعت کن لوگوں کا پتہ دیتا ہے ذرا:

''شفاعتی لاھل الکبائر من امتی''

یاد کر کے بتائیے، کیا ذکرِ شفاعت اس بات کا قرینہ نہیں کہ بات اہلِ بیت میں سے ان لوگوں کی ہو رہی ہے جن کی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت فرمائیں گے اور حدیث شفاعت میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما چکے کہ میری شفاعت میری امت میں سے اہلِ کبائر کے لئے ہے، تو اس ذکرِ شفاعت نے بتایا کہ یہاں بات اہلِ کبائر میں باہم تفاضل کی ہے اور ان میں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص ہیں وہ دوسروں سے افضل ہیں، کیا یہ متصور ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو قرآن کا یہ ارشاد سنائے کہ:

''اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ'' (الحجرات:١٣)

اور جو فرمائے وہی قرآن کے ارشاد کو اور خود اپنے ارشاد کو یوں جھٹلائے:

''ایھا الناس ! انّ ربّکم واحد، وانّ اباکم واحد، کلّکم لادم وادم من تراب، اکرمکم عنداللہ اتقاکم، ولیس لعربی علیٰ عجمی فضل الاّ بالتقویٰ۔'' (خطبۂ حجۃ الوداع)

اھم مراجع

①تفسیرِ قرطبی — از: امام قرطبی

②تفسیرِ درمنثور — از: امام سیوطی

③المعتمد المستند — از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

④الصواعق المحرقة — از: امام ابن حجر مکی

⑤تحفة المرید — از: امام باجوری

⑥الزلال الانقیٰ — از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

⑦غایة التحقیق — از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

⑧اراءة الادب — از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

⑨زبدة التحقیق — از: سید عبد القادر جیلانی

حضور تاج الشریعہ کا پیغام اہلسنت کے نام

اہلسنّت و جماعت سے عموماً اور سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ سے وابستہ لوگوں کے لئے خصوصاً میری نصیحت ہے کہ مسلک اہلسنّت و جماعت جس کو پہچان کے لئے مسلکِ اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے، پر مضبوطی سے قائم رہیں۔ بدمذھبوں خصوصاً رافضیوں، قادیانیوں، وہابیوں، دیوبندیوں اور صلح کلیوں سے اپنے آپ کو دور رکھیں، ان کی صحبت اور ان سے میل جول کو اپنے اور اپنے ایمان کے لئے زہرِ قاتل سمجھیں۔

آپ سب حضرات پر سب سے اہم فرض ایمان وعقیدے کی حفاظت ہے لہٰذا جس ادارہ یا خانقاہ، تنظیم وتحریک یا جس شخص سے آپ کے ایمان جانے یا ایمان کے کمزور ہونے کا خطرہ ہو اس سے دور رہیں۔

جتنے ادارے اور خانقاہیں، علماء وائمہ مذہب حِق اہلِ سنت و جماعت مسلکِ اعلیٰ حضرت پر گامزن ہیں ان کو اپنا سمجھیں اور دل میں ان کی عظمت رکھیں اور جو مسلکِ اعلیٰ حضرت یا تحقیقاتِ اعلیٰ حضرت سے بغاوت کریں ان سے دور رہیں۔

اپنے علاقوں میں عظیم الشان مدرسے اور لائبریریاں قائم کریں، ان میں اچھے پکّے سنّی علماء کو تعینات کریں، ان کے رہنے سہنے اور دیگر ضروریات پوری کرنے کا معقول انتظام کریں پھر ان سے رابطے میں رہ کر ہر دینی کام میں ان سے رہنمائی حاصل کریں۔

علماء وخطباء اور ائمہ حضرات اپنے اپنے درس وخطابات اور جمعہ مبارک کے بیانات میں بدعات وخرافات کی تردید کے ساتھ ساتھ وہابیت و دیوبندیت اور شیعیت وصلح کلیت کا ردّ و ابطال دلائل و براہین کے ساتھ ضرور کرتے رہیں اور موقع ومحل کے اعتبار سے بزرگوں کا تذکرہ بھی کریں۔

مدارسِ عربیہ کے ذمہ دار حضرات لیاقت واستعداد اور دینی تصلّب کی بناء پر اساتذہ کا تقرر کریں اور مساجد کے متولی حضرات ائمہ کرام کی ضروریات کے لحاظ سے ان کی خدمت کریں، اور لائق امامت کو ہی امامت کے لئے منتخب کریں۔

ملکی حالات کے پیشِ نظر آپ اپنے علاقہ کے علمائے اہلِ سنت کی ہدایات کے مطابق عمل کریں۔

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے سیمیناروں میں جن مسائل پر فیصلہ ہو اسی کے مطابق آپ فیصلہ اور عمل کریں اور لوگوں تک اسے پہنچانے کی کوشش کریں۔

اسلافِ کرام خصوصاً امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تصنیفات کو ضرورت کے مطابق مختلف زبانوں میں شائع کر کے گھر گھر مفت پہنچانے کی کوشش کریں۔

خود بھی صوم وصلاۃ کے اور دیگر نیک کاموں کے پابند رہیں اور دوسروں کو بھی پابند بنانے کی کوشش کریں۔ خود بھی برے کاموں سے دور رہیں اور دوسروں کو بھی برے کاموں سے دور رکھنے کی کوشش کریں۔ ہمیشہ ہر جگہ اور ہر کام میں اچھے اخلاق کا مظاہرہ کریں، نیک کاموں میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں۔

رزقِ حلال کمانے کے لئے جدّ و جہد کریں اور سماج میں پر وقار بن کر رہیں۔

اپنے صدقات، زکاۃ اور عطیات دیتے وقت دینی مدارس کا تعاون کرنا نہ بھولیں، دامے درمے قدمے سخنے وقتاً فوقتاً اس کی مدد کرتے رہیں، اور ان کے مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں بھرپور حصہ لیں۔

دولت مند حضرات غریب سنّی مسلمانوں کا ہر ممکن تعاون کر کے انہیں خوش حال بنانے میں سرگرم رہیں کہ آپ کے مال میں اللہ تعالیٰ نے ان کا بھی حق رکھا ہے۔

اپنے بچوں کو عصری اور دنیوی تعلیم دلائیں مگر انہیں اسلام کے بنیادی عقائد کی تعلیم ضرور دیں اور امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت قدّس سرہ کی تعلیمات سے آگاہ کرتے رہیں۔

مجھے امید ہے کہ آپ میری اس نصیحت پر خود بھی عمل کریں گے اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنے کی تلقین کریں گے۔

مولیٰ تعالیٰ ہمیں دین متین کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے ہمارے دین وایمان کی حفاظت اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائے۔ آمین بجاہِ النبی الکریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلاۃ واکرم التسلیم۔

فرمانِ امام اعظم رضی اللہ عنہ

آپ سے اہل سنت و جماعت کی علامت ونشانی کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

شیخین (حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کو فضیلت دینا، ختنین (حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما) سے محبت رکھنا اور موزوں پر مسح کرنا۔

الزلال الأنقی من بحر سبقة الأتقی

فرمانِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

ہاں! تم (مسئلہ افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو) قطعی مانو اور قیل وقال کی پرواہ نہ کرو۔۔۔اس پر امت کا اجماع ہے، اس کے خلاف کسی ایک کی کمزور سی رائے بھی منقول نہیں، تو یہ اجماع قطعی ہوا۔

التمہید السالمی